

أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَىٰ مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ

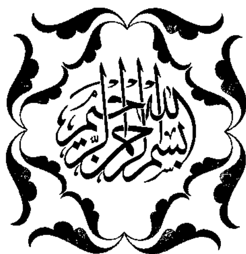
حسد

اسباب، نقصانات اور اس سے بچاؤ



حافظ محمد منشاء طیب

Dar-ul-Andlus


بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَىٰ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ

حسد

اسباب، نقصانات اور اس سے بچاؤ



[illegible]



حسد

اسباب، نقصانات اور اس سے بچاؤ

تالیف: حافظ محمد منشاء طیب

نظرثانی: حافظ سعید الرحمن حفظہ اللہ

سرورق .... محمد شفیق

کمپوزنگ وتزئین .... ظہیر الدین بابر



دار الاندلس

4-لیک روڈ چوبرجی لاہور +92-42-37230549

غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور +92-42-37242314

مین یونیورسٹی روڈ بالمقابل سفاری پارک گلشن اقبال کراچی +92-21-34835502

فہرست

رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں حسد کا وجود

حسد کے اسباب

حسد کے بڑھنے کے اسباب

حسد کے اُخروی نقصانات

حسد کے دنیاوی نقصانات

حسد کو ختم کرنے کے ذرائع

عرضِ ناشر

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ، أَمَّا بَعْدُ!

اللہ تعالیٰ خالق کائنات ہے، اس نے اپنے بندوں کے لیے بے شمار اسباب و وسائل پیدا کیے ہیں اور انھیں لا تعداد نعمتوں سے نوازا ہے اور وہ انسانی ضرورتوں کے مطابق وسائل اور نعمتوں کی تقسیم کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی ہونا پختہ ایمان اور یقینِ کامل کا اعلیٰ درجہ ہے اور مال و دولت، عزت و جاہ، خوشحالی اور تنگ دستی کی تقسیم پر اطمینانِ قلب اور قناعت، اعلیٰ اخلاقی صفات میں سے ہیں۔ اس کے برعکس اللہ کی مقرر کردہ تقدیر اور تقسیم پر عدمِ اطمینان اور ناخوشی کا اظہار انتہائی ناپسندیدہ عمل ہے، جو انسانی اخلاق کو تباہ کر دیتا ہے۔

اگر انسان کسی کے پاس کوئی نعمت یا فضیلت دیکھتا ہے تو دوسرے شخص پر اس نعمت یا فضیلت کے چھن جانے یا زائل ہو جانے کی خواہش کرتا ہے، اسے ''حسد'' کہتے ہیں۔ حسد انسان کے دل کو لگنے والی بیماریوں میں سے ایک بیماری ہے۔ جو انسان کو بہت سے نیک اعمال سے محروم کر دیتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو برے اعمال اور اخلاقی برائیوں سے بچنے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا: ''بدگمانی سے بچو! کیونکہ بدگمانی سب سے زیادہ جھوٹی بات ہے، نہ ٹوہ لگاؤ، نہ جاسوسی کرو، نہ دنیا کی رغبت میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو، نہ

ایک دوسرے سے حسد کرو، نہ ایک دوسرے سے دل میں کینہ رکھو اور نہ ایک دوسرے سے قطع تعلق کرو۔'' [مسلم : ۲۵۶۳]

حسد اور اس کے اثرات و نقصانات سے بچنے کے موضوع پر فاضل دوست حافظ محمد منشاء طیب نے ایک مختصر کتابچہ تیار کیا ہے، جس میں قرآنی آیات اور احادیث کی روشنی میں عام فہم انداز میں اس موضوع کی وضاحت کی گئی ہے۔

زیر نظر کتابچہ دارالاندلس کی طرف سے شائع کیا جا رہا ہے، اس کی کمپوزنگ اور ترتیب و تزئین ظہیر الدین بابر نے اور پروف خوانی حافظ سعید الرحمٰن اور ابوسعد مطیع الرحمٰن نے کی ہے اور اس کا جاذب نظر سرورق ابوخزیمہ محمد شفیق نے تیار کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام احباب کو جزائے خیر سے نوازے۔ آمین!

محتاج دعا

جاوید الحسن صدیقی

مدیر دارالاندلس

یکم ربیع الأول ۱۴۳۶ھ

مقدمہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى أَشْرَفِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ،

أَمَّا بَعْدُ!

کسی کے پاس نعمت دیکھ کر خوش ہونے یا دعا دینے کے بجائے اس سے زوال نعمت کی خواہش کرنا "حسد" کہلاتا ہے۔ حسد دل کی روحانی بیماریوں میں سے ایک بیماری ہے۔ حسد کرنے والا انسان ہمیشہ بے چین رہتا ہے اور بے سکونی کی زندگی گزارتا ہے اور اپنے حسد کی آگ میں جلتے اور کڑھتے رہنے کی وجہ سے ہمیشہ غمگین اور پریشان رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ لوگوں پر انعامات کرتے ہیں اور یہ انسان ان نعمتوں کو دیکھ کر خوش ہونے کے بجائے اپنے آپ کو کرب میں مبتلا رکھتا ہے۔ اسی بنا پر وہ موذی اور مہلک بیماریوں کا شکار ہو جاتا ہے، ان بیماریوں میں سے چند بیماریاں بدگمانی، غصے کی آگ، بغض و نفرت اور کینہ و حسد قابل ذکر ہیں۔ ان بیماریوں میں مبتلا ہونے کے بعد انسان ذہنی مریض بن جاتا ہے۔

شریعت اسلامیہ نے ان ہلاک کر دینے والے رذائل سے بچنے کی یوں تلقین کی ہے۔

فرمان نبوی ﷺ ہے:

« إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيْثِ وَلَا تَحَسَّسُوْا وَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا تَنَافَسُوْا وَلَا تَحَاسَدُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ إِخْوَانًا » [مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم الظن...... : ٢٥٦٣]

"بدگمانی سے بچو! کیونکہ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے اور نہ ٹوہ لگاؤ، نہ

جاسوسی کرو، نہ دنیا میں رغبت رکھتے ہوئے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو، نہ ایک دوسرے پر حسد کرو، نہ ایک دوسرے سے دل میں کینہ رکھو، نہ ایک دوسرے سے قطع تعلق کرو اور اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ۔"

حسد کے اسباب، اس کے دنیوی اور اُخروی نقصانات کے پیش نظر راقم نے یہ کتابچہ ترتیب دیا ہے اور اس کا علاج قرآن وسنت کی روشنی میں پیش کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس رسالہ کو دنیا اور آخرت میں نفع کا ذریعہ بنائے اور ہر قاری کو اس سے فائدہ اٹھانے اور اپنی اصلاح کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور میری اس ادنیٰ کاوش کو توشۂ آخرت بنا دے۔ آمین!

طالب دعا

حافظ محمد منشا طیب

یکم ربیع الأول ۱۴۳٦ھ

حسد کی تعریف

حسد کا مطلب یہ ہے کہ کسی کے پاس کوئی نعمت دیکھ کر یہ خواہش کرنا کہ وہ نعمت اس شخص سے ختم ہو کر میرے پاس آ جائے یا کم از کم اس سے وہ نعمت چھن جائے اور اس کے پاس نہ رہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جس انسان کو اللہ تعالیٰ نے کوئی نعمت عطا کی ہو اس سے اس نعمت کے چھن جانے کی تمنا کرنا حسد کہلاتا ہے۔''

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ کسی نعمت کے دوسرے شخص سے چھن جانے کی اور اپنے لیے وہ نعمت حاصل کرنے کی خواہش کرنا ''حسد'' کہلاتا ہے، لیکن حق بات یہ ہے کہ صرف نعمت کے چھن جانے کی تمنا کرنا یا اپنے لیے اس نعمت کے حصول کی خواہش کرنا کہ وہ نعمت مجھے مل جائے، دونوں ہی صورتیں حسد ہیں۔ [فتح الباري : ١/١٦٦]

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ علماء کے ہاں حسد کی دو قسمیں ہیں:

① حسد حقیقی ② حسد مجازی

① حسد حقیقی:

صاحبِ نعمت سے اس نعمت کے زائل ہونے کی تمنا کرنا حسد حقیقی کہلاتا ہے۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں امت کا اس کے حرام ہونے پر اجماع ہے۔

② حسد مجازی:

اسے "غِبطَۃ" کہتے ہیں جس کا معنی "رشک کرنا" ہے، یعنی کسی کے پاس نعمت دیکھ کر اس کی نعمت کے چھن جانے کی تمنا کیے بغیر اپنے لیے اس نعمت کے حصول کی تمنا کرنا۔ دنیاوی معاملات میں یہ تمنا کرنا جائز ہے اور دینی معاملات میں مستحب ہے۔
[شرح مسلم : ٢/٤٦٤]

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، حسد کی دو قسمیں ہیں:

① قابلِ تعریف ② قابلِ مذمت

قابلِ مذمت حسد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی مسلمان کو جو نعمت عطا کی ہو اس سے اس کے زائل ہونے کی تمنا کرنا، خواہ اپنے حصول کے لیے اس کی تمنا ہو یا نہ ہو۔

حسد کی اسی قسم کی اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں مذمت فرمائی ہے، فرمایا:

﴿أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَىٰ مَآ ءَاتَىٰهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِۦ﴾ [النسآء : ٥٤]

"یا وہ لوگوں سے اس پر حسد کرتے ہیں جو اللہ نے انھیں اپنے فضل سے دیا ہے؟"

یہ اس لیے مذموم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رائے اور فیصلے کو غلط قرار دے رہا ہے، گویا وہ یہ کہنا چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمت اسے عطا کی جو اس کا مستحق نہیں تھا۔
[الجامع لأحكام القرآن : ٢/٧١]

امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ تیرے کسی بھائی کو کوئی نعمت عطا کریں، اگر تو اس کے زائل ہونے کی تمنا کرے تو یہ حسد ہوگا اور اگر اپنے لیے اس جیسی نعمت کے حصول کی خواہش کرے تو یہ "غبطہ اور منافسہ" ہے، اس کا معنی رشک کرنا اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی رغبت کرنا ہے۔ پہلی قسم ہر حالت میں حرام ہے۔ ہاں! اگر کسی کو اللہ تعالیٰ کوئی نعمت دے اور وہ اس نعمت کو شر اور فساد پھیلانے میں استعمال کرے تو ایسے شخص کے بارے میں یہ تمنا کرنا کہ اس سے وہ نعمت چھن جائے، تو یہ ممنوع نہیں ہے، کیونکہ وہ اس کے

صرف بطورِ نعمت زائل ہونے کی تمنا نہیں کر رہا، بلکہ اس نعمت کے شر، فساد اور اذیت کے لیے استعمال ہونے کی وجہ سے اس کے زائل ہونے کی تمنا کر رہا ہے اور یہ درست ہے۔



حسد کے مراتب

علماء نے حسد کے مندرجہ ذیل مراتب بیان کیے ہیں:

پہلا مرتبہ:

کوئی انسان دوسرے انسان کے پاس نعمت دیکھ کر یہ تمنا کرے کہ یہ نعمت اس سے چھن جائے، خواہ مجھے ملے یا نہ ملے، اس کے پاس نہیں رہنی چاہیے۔

ایسے حاسد کے عزائم بہت زیادہ خطرناک ہوتے ہیں۔ حسد کی اقسام میں سے یہ قسم سب سے بڑی قسم ہے اور مرتبے کے لحاظ سے سب سے زیادہ سنگین اور مذموم ہے، خصوصاً جب اس تمنا کے ساتھ ساتھ حاسد کوئی عملی قدم بھی اٹھا لے۔ اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ لَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ﴾ [النساء : ٣٢]

''اور اس چیز کی تمنا نہ کرو جس میں اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔''

دوسرا مرتبہ:

حاسد انسان یہ تمنا کرے کہ فلاں کے پاس جو نعمت ہے وہ اس سے ختم ہو کر مجھے مل جائے، مثلاً کسی شخص کی خوب صورت بیوی ہو اور حاسد یہ تمنا کرے کہ یہ شخص مر جائے یا اس کو طلاق دے دے، تاکہ میں اس کی بیوی سے شادی کر لوں۔ یا کسی آدمی کو بڑا مرتبہ یا کوئی عہدہ ملا ہو اور حاسد یہ تمنا کرے کہ اس سے یہ مرتبہ اور عہدہ چھن کر مجھے ملنا چاہیے۔ یہ قسم

بھی اگرچہ حرام ہے، لیکن پہلی قسم سے کم درجہ والی ہے۔

تیسرا مرتبہ:

انسان یہ تمنا کرے کہ فلاں شخص ہمیشہ فقیری، جہالت، کمزوری اور پریشانی کی حالت میں رہے۔ ایسا حاسد اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر حسد کر رہا ہے، اس لیے ایسے انسان پر اللہ تعالیٰ سخت ناراض ہوتے ہیں اور یہ حاسد، لوگوں کے نزدیک بھی حقیر سمجھا جاتا ہے۔

چوتھا مرتبہ:

انسان کسی دوسرے مسلمان کے پاس نعمت دیکھ کر یہ تمنا کرے کہ کاش مجھے بھی اس جیسی نعمت مل جائے، لیکن وہ اس سے نعمت کے ختم ہونے کی تمنا نہ کرے۔ اگر تو وہ اس جیسی نعمت مل جانے پر سکون و راحت محسوس کرے تو ایسی تمنا درست ہے، لیکن اگر اس کو اس جیسی نعمت نہ ملے اور یہ تمنا کرے کہ اس سے یہ نعمت ختم ہونی چاہیے، تاکہ ہم دونوں برابر رہیں اس کو مجھ پر فضیلت نہ رہے، یہ تمنا غلط اور ناجائز ہے۔

پانچواں مرتبہ:

کوئی انسان کسی دوسرے انسان کے پاس نعمتیں دیکھ کر یہ تمنا کرے کہ مجھے بھی اس جیسی نعمتیں ملنی چاہییں۔ اگر اس کو یہ نعمتیں نہ ملیں تو صاحب نعمت انسان سے ختم ہونے کی تمنا نہ کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ یہ رشک اور منافسہ (ایک دوسرے سے بھلائی میں آگے بڑھنا) کے قریب قریب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَ فِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ﴾ [المطففين : ٢٦]

"اور اسی (کو حاصل کرنے) میں ان لوگوں کو مقابلہ کرنا لازم ہے جو (کسی چیز کے حاصل کرنے میں) مقابلہ کرنے والے ہیں۔"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ...... » [بخاري، كتاب العلم، باب الاغتباط في

العلم والحكمة : ٧٣]

''رشک جائز نہیں مگر دو (آدمیوں کی) خصلتوں پر۔''

اس حدیث میں ''حسد'' کا معنی رشک کرنا ہے۔ رشک کا مطلب یہ ہے کہ انسان کے دل میں یہ تمنا پیدا ہو کہ جیسے دوسرے بھلائی کے کام کرتے ہیں میں بھی ان کی طرح نیکی کے کام سرانجام دوں، نیک عادات و خصائل والوں کی مشابہت اختیار کروں اور اچھے لوگوں اور بھلائی کے کاموں میں سبقت لے جانے والوں میں سے ہو جاؤں اور نمازی لوگوں میں شمار ہوں اور میرا شمار غفلت کرنے اور پیچھے رہنے والوں میں نہ ہو۔ جب انسان کے دل میں یہ تمنا پیدا ہوگی تو وہ بھلائی کے کاموں میں آگے بھی بڑھے گا اور ساتھ ساتھ ان بھلائیوں سے متصف لوگوں سے محبت بھی کرے گا اور یہ تمنا بھی کرے گا کہ اللہ تعالیٰ کی یہ نعمتیں اس کے پاس ہمیشہ رہیں۔

ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''غور کیجیے کہ اللہ تعالیٰ نے حاسد کے شر کو ''إِذَا حَسَدَ'' کے ساتھ مقید کیا ہے کہ میں حاسد کے شر سے (پناہ مانگتا ہوں) جب وہ حسد کرے، کیونکہ کبھی کبھی انسان کے دل میں حسد تو ہوتا ہے لیکن وہ اس کو چھپاتا ہے اور وہ اس حسد کے ساتھ کوئی تکلیف ظاہر نہیں کرتا، نہ دل سے نہ زبان سے اور نہ ہاتھ سے، بلکہ اپنے دل میں ہی اس کو محسوس کرتا ہے اور اپنے بھائی سے وہی معاملہ کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسندیدہ ہوتا ہے۔ اس جیسی تمنا تو ہر انسان کے دل میں آسکتی ہے سوائے اس کے جس کو اللہ تعالیٰ بچا لے۔''

امام حسن بصری رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ کیا مومن بھی حسد کر سکتا ہے؟ تو انھوں نے جواب دیا: ''یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے بارے میں تجھے کس چیز نے بھلا دیا؟'' یعنی انھوں نے یوسف علیہ السلام کے ساتھ جو معاملہ کیا تھا وہ حسد کی وجہ ہی سے کیا تھا۔

لیکن حسد کے متعلق جو دل میں قوت فیصلہ ہے اس میں بھی فرق ہے، ایک وہ شخص جس کے دل میں ایسا کوئی حاسدانہ خیال آیا لیکن یہ انسان اس کی پیروی نہیں کرتا اور نہ ہی اس پر عمل کرتا ہے، بلکہ اس خیال کی مخالفت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے، اس کی

نعمتوں کی قدر کرتا ہے اور اس بات سے ڈرتا ہے کہ کہیں یہ اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کو ناپسند نہ کر بیٹھے جو اس نے اپنے بندوں کو عطا کی ہوتی ہیں۔ اگر یہ ایسا کرے گا تو یہ اللہ تعالیٰ کی مخالفت کرے گا اور اس کی پسندیدہ چیزوں کو ناپسند کرے گا اور ناپسندیدہ کو پسند کرے گا۔

تو یہ شخص حاسدانہ خیالات کو دور کرنے کے لیے اپنے نفس کو قابو کرتا ہے اور اپنے اس بھائی کے لیے دعا کرتا ہے اور اس کی یہ تمنا ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بھائی کو اور زیادہ نعم بھلائیاں عطا فرمائے۔

اس کے برعکس وہ شخص ہے جو دل میں آئے ہوئے حسد کے خیالات کو ثابت کرتا ہے، ان پر عمل پیرا ہوتا ہے اور اپنے دل، زبان اور دیگر اعضاء سے دوسروں کو تکلیف پہنچاتا ہے ایسا حسد مذموم اور ممنوع ہے، کیونکہ اس میں نعمت کے زائل ہونے کی تمنا ہے۔



حسد کی ممانعت

رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو آپس میں حسد کرنے سے منع فرمایا ہے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ وَلَا تَحَسَّسُوا وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا تَنَافَسُوا وَلَا تَحَاسَدُوا وَلَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَدَابَرُوا وَكُونُوا عِبَادَ اللّٰهِ إِخْوَانًا [1] » [مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم الظن...... : ٢٥٦٣]

"بدگمانی سے بچو! کیونکہ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے اور نہ ٹوہ لگاؤ، نہ جاسوسی کرو، نہ دنیا میں رغبت رکھتے ہوئے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو، نہ ایک دوسرے پر حسد کرو، نہ ایک دوسرے سے دل میں کینہ رکھو، نہ ایک دوسرے سے قطع تعلق کرو اور اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ۔"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ رَجُلٌ عَلَّمَهُ اللّٰهُ الْقُرْآنَ فَهُوَ يَتْلُوهُ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ فَسَمِعَهُ جَارٌ لَهُ فَقَالَ لَيْتَنِي أُوتِيتُ مِثْلَ مَا أُوتِيَ فُلَانٌ فَعَمِلْتُ مِثْلَ مَا يَعْمَلُ، وَ رَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَهُوَ يُهْلِكُهُ فِي الْحَقِّ

[1] امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اَلتَّحَسُّسُ" کا معنی لوگوں کی باتیں سننے کے لیے کان لگانا اور "اَلتَّجَسُّسُ" لوگوں کی پردے والی باتوں کے بارے میں بحث کرنا۔ ایک قول کے مطابق "اَلتَّجَسُّسُ" کا معنی باطنی معاملات کے بارے میں تفتیش کرنا، اکثر طور پر برائی کے بارے میں بولا جاتا ہے۔ "اَلْجَاسُوسُ" برے راز والا اور "اَلنَّامُوسُ" اچھے راز جاننے والا اور "اَلْمُنَافَسَةُ" کسی چیز کے بارے میں رغبت کرنا۔ "اَلْمُنَافَسَةُ" کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ دنیا اور اس کے حصول کے اسباب و وسائل کے بارے میں رغبت کرنے پر فخر کرنا۔"

فَقَالَ رَجُلٌ لَيْتَنِيْ أُوتِيْتُ مِثْلَ مَا أُوتِيَ فُلَانٌ فَعَمِلْتُ مِثْلَ مَا يَعْمَلُ »
[بخاري، كتاب فضائل القرآن، باب اغتباط صاحب القرآن : ٥٠٢٦]

”حسد (رشک) صرف دو آدمیوں پر کیا جاسکتا ہے، ایک وہ آدمی جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن سکھایا ہو اور وہ رات دن اس کی تلاوت کرتا ہو، حتیٰ کہ اس کا کوئی پڑوسی سن کر یہ تمنا کرے کہ کاش مجھے بھی اس کی طرح قرآن یاد ہوتا تو میں بھی اس جیسا عمل کرتا اور دوسرا وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے مال عطا کیا ہو اور وہ حق کے راستوں میں اس کو خرچ کرے۔ تو اسے دیکھ کر دوسرا آدمی تمنا کرے کہ کاش مجھے بھی اس طرح مال دیا جاتا تو میں بھی اس کی طرح عمل کرتا۔“

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

« لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ رَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ الْقُرْآنَ فَهُوَ يَقُوْمُ بِهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ وَ رَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَهُوَ يُنْفِقُهُ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ »
[مسلم، كتاب صلاة المسافرين و قصرها، باب فضل من يقوم بالقرآن...... : ٨١٥۔ بخاري : ٥٠٢٥]

”حسد (رشک کرنا) نہیں مگر دو چیزوں میں، ایک وہ آدمی جسے اللہ نے قرآن دیا تو وہ رات کی گھڑیوں اور دن کی گھڑیوں میں اس کے ساتھ قائم رہتا ہے اور ایک وہ آدمی جسے اللہ نے مال دیا ہے تو وہ رات اور دن کی گھڑیوں میں اس میں سے (نیک کاموں میں) خرچ کرتا رہتا ہے۔“

بخاری کی ایک اور روایت کے الفاظ ہیں:

« لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ [1] رَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَسُلِّطَ [2] عَلٰى هَلَكَتِهِ

[1] حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”اس کا معنی ہے کہ حسد صرف ان دو خصلتوں میں کرنا جائز ہے۔“
اور امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ رشک کرنا صرف ان دو خصلتوں میں یا جو ان جیسی ہوں، ان میں پسندیدہ ہے۔“ (شرح نووی: ۳۶۴/۶)

[2] حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”یہاں ”سُلِّطَ“ (مسلط کرنا) کا لفظ اس لیے استعمال کیا گیا ہے کہ انسان کا نفس ←

فِي الْحَقِّ ﴿3﴾، وَ رَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ الْحِكْمَةَ ﴿4﴾، فَهُوَ يَقْضِي بِهَا وَيُعَلِّمُهَا »
[بخاري، كتاب العلم، باب الاغتباط في العلم والحكمة : ٧٣۔
مسلم : ٨١٦۔ ابن ماجه : ٤٢٠٨]

← ہمیشہ بخیلی کی طرف کھینچتا ہے اور یہ انسان اپنے نفس کو مجبور کر کے اللہ کے راستے میں خرچ کرتا ہے۔" [فتح الباري : ١٦٧/١]

﴿3﴾ یعنی نیکی کے کاموں میں خرچ کرتا ہے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ انسان اپنا مکمل مال اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے کاموں میں خرچ کر سکتا ہے، اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں ہے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے گھر کا سارا مال لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے پوچھا: « مَا أَبْقَيْتَ لِأَهْلِكَ يَا أَبَابَكْرٍ؟ فَقَالَ أَبْقَيْتُ لَهُمُ اللّٰهَ وَ رَسُولَهُ » [ترمذي، كتاب المناقب، باب رجاؤه ﷺ أن يكون أبو بكر ...... : ٣٦٧٥] "اے ابوبکر! اپنے گھر والوں کے لیے کیا چھوڑا ہے؟" تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: "میں اللہ اور اس کا رسول گھر والوں کے لیے چھوڑ کر آیا ہوں۔" اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَ الَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَ الْفِضَّةَ وَ لَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴾ [التوبة : ٣٤] "اور جو لوگ سونا اور چاندی خزانہ بنا کر رکھتے ہیں اور اسے اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے، تو انھیں دردناک عذاب کی خوش خبری دے دے۔" یہ اور ان جیسے دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ مکمل مال صدقہ کیا جا سکتا ہے، لیکن اس کے برعکس رسول اللہ ﷺ کا فرمان بھی ثابت ہے کہ آپ ﷺ سے جب سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ میں اپنے مکمل مال کی وصیت کر دوں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: "نہیں!" سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ نصف مال کی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "نہیں!" پھر سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ ثلث (ایک تہائی) کی وصیت کر سکتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ثلث کی وصیت کر سکتے ہو۔ اور ثلث بھی زیادہ ہے۔" اور فرمایا: "تیرا اپنے ورثاء کو مال دار چھوڑنا، یہ اس سے بہتر ہے کہ تو ان کو کنگال چھوڑے اور پھر وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں۔" تو ان دونوں نصوص کے درمیان یہ تطبیق دی جائے گی کہ لوگوں کے حالات مختلف ہونے کے اعتبار سے خرچ کرنے کا حکم بھی مختلف ہوگا۔ جب مسلمان لوگوں کو مکمل مال خرچ کیے جانے کی ضرورت ہو تو ان پر مکمل مال خرچ کر دیا جائے اور جب خطرہ ہو کہ مکمل مال خرچ کرنے سے ورثاء محتاج ہو جائیں گے اور لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائیں گے، تو پھر سعد رضی اللہ عنہ والی حدیث پر عمل ہوگا۔" یعنی پھر مکمل مال خرچ نہیں کیا جائے گا۔

﴿4﴾ حکمت سے کیا مراد ہے؟ اس کے بارے میں کئی اقوال ہیں، ان میں سے چند درج ذیل ہیں: ① القرآن، چونکہ کئی احادیث میں یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں: « رَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ الْقُرْآنَ » ② السنۃ (یعنی آپ ﷺ کا قول و عمل اور طریقہ وغیرہ)۔ ③ القرآن والسنۃ، قرآن و سنت اور دین کی سمجھ بوجھ اور ناسخ و منسوخ کی پہچان اور محکم و متشابہ کی معرفت۔ ④ قول اور فعل میں درستگی۔ ⑤ قرآن سے نصیحت کرنا، اللہ تعالیٰ کا فرمان ←

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں، اس حدیث میں ''حسد'' سے مراد ''رشک کرنا'' ہے۔ مجازی طور پر رشک پر حسد کا لفظ بولا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کسی دوسرے کے پاس نعمت دیکھ کر تمنا کرے کہ وہ نعمت یا اس جیسی نعمت مجھے بھی مل جائے اور اس کی وہ نعمت اس کے پاس ہی رہے، اس طرح حرص کرنے کو منافسہ کہتے ہیں۔ اگر یہ اطاعت کے کاموں میں ہو تو یہ قابل تعریف ہے، اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَ فِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ﴾ [المطففين : ٢٦] ''اور اسی (کو حاصل کرنے) میں ان لوگوں کو مقابلہ کرنا لازم ہے جو (کسی چیز کے حاصل کرنے میں) مقابلہ کرنے والے ہیں۔''

اگر معصیت و نافرمانی کے کاموں کے بارے میں ہو تو یہ مذموم ہے، جس کے بارے آپ ﷺ نے فرمایا: « لَا تَنَا فَسُوْا » ''ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی تمنا مت کرو۔'' اور اگر جائز کاموں کے بارے میں ہو تو ایسی تمنا جائز ہے۔ [فتح الباري : ١٦٧/١]

گویا اس حدیث کا ترجمہ و مفہوم یہ ہوا کہ ان دو کاموں کے بارے میں رشک کرنے سے افضل اور کسی چیز میں رشک نہیں ہے، یعنی افضل اور بہتر کام رشک کرنے کے اعتبار سے یہی دو ہیں۔ اس حدیث میں رشک کو دو چیزوں میں ہی مقید اس لیے کیا ہے کہ اطاعت کے کام بدنی بھی ہوتے ہیں اور مالی بھی، اسی طرح بدنی اور مالی دونوں بھی ہوتے ہیں۔ تو

← ہے: ﴿وَ مَاۤ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ﴾ [البقرة : ٢٣١] ''اور اس کو بھی (یاد کرو) جو اس نے کتاب و حکمت میں سے تم پر نازل کیا ہے، وہ تمھیں اس کے ساتھ نصیحت کرتا ہے۔'' ⑥ سمجھ داری اور علم، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَ اٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا﴾ [مريم : ١٢] ''اور ہم نے اسے بچپن ہی میں فیصلہ کرنا عطا فرمایا۔'' اور آپ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں فرمایا تھا: « اَللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وَعَلِّمْهُ التَّاوِيْلَ » [مسند أحمد، ٢٦٦/١٧، ح : ٢٤٠١] ''اے اللہ! اسے دین کی سمجھ عطا فرما اور اسے تشریح کرنے کا طریقہ سکھا دے۔'' دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں: « اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْحِكْمَةَ » [بخاري : ٣٧٥٦] ''اے اللہ! اس کو حکمت و دانائی عطا فرما۔'' ⑦ نبوت، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فَقَدْ اٰتَيْنَاۤ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ﴾ [النساء : ٥٤] ''ہم نے تو آل ابراہیم کو کتاب اور حکمت عطا فرمائی۔'' ⑧ ایک قول کے مطابق حکمت سے مراد ہر وہ چیز ہے جو قبیح قول و فعل سے روکے۔ ⑨ ایک قول کے مطابق ہر وہ بات جو جہالت سے روکے اور برے کاموں سے دور کرے۔

حکمت کو اپنانے، اس کے ساتھ فیصلہ کرنے اور اس کو آگے سکھانے کے ساتھ اشارہ کیا کہ اس سے تمام بدنی اطاعت والے کام مراد ہیں۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں الفاظ یوں ہیں:

« رَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ الْقُرْآنَ فَهُوَ يَقُوْمُ بِهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ »

[مسلم، صلاة المسافرين و قصرها، باب من يقوم بالقرآن...... : ٨١٥]

''ایک وہ آدمی جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن دیا تو وہ رات کی گھڑیوں اور دن کی گھڑیوں میں اس کے ساتھ قائم رہتا ہے۔''

اس حدیث میں قیام کرنے سے مراد قرآن پر مطلق طور پر عمل کرنے میں زیادہ عموم ہے بہ نسبت نماز میں تلاوت کرنے یا نماز کے علاوہ تلاوت کرنے، قرآن کی تعلیم دینے، اس کے ساتھ فیصلہ کرنے اور اس کے مطابق فتویٰ دینے میں، تو اس طرح دونوں احادیث میں لفظی اختلاف باقی نہیں رہتا۔

چونکہ مسند احمد کی حدیث میں یہ الفاظ ہیں:

« رَجُلٌ أَعْطَاهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ الْقُرْآنَ فَهُوَ يَقُوْمُ بِهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ وَيَتَّبِعُ مَا فِيْهِ » [مسند أحمد، ٤/ ١٠٤، ح : ١٦٩٦٨]

''ایک وہ آدمی جسے اللہ عزوجل نے قرآن عطا کیا ہو تو وہ رات کی گھڑیوں اور دن کی گھڑیوں میں اس کے ساتھ قائم رہتا ہے اور جو کچھ اس میں ہے اس کی پیروی کرتا ہے۔''

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ان دو خصلتوں اور ان جیسی دیگر خصلتوں کے علاوہ کسی چیز میں رشک کرنا ناپسندیدہ ہے۔''

احمد بن یحییٰ رحمہ اللہ سے اس حدیث کے معنی کے بارے میں سوال کیا گیا تو انھوں نے فرمایا: ''اس کا معنی یہ ہے کہ صرف ان دو خصلتوں میں حسد نقصان نہیں دیتا۔''

[اللسان : ٨٦٨]

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اس حدیث میں حسد سے مراد رشک کرنا ہے، جیسے امام بخاری رحمہ اللہ نے باب قائم کیا ہے: ''بَابُ الِاغْتِبَاطِ فِي الْعِلْمِ وَالْحِكْمَةِ.'' جس کا مفہوم یہ ہے کہ ایسی بھلائی اور نعمت کی تمنا کرنا جو تیرے مسلمان بھائی کے پاس ہو، لیکن اس بھائی سے وہ بھلائی ختم نہ ہو۔ اس کو منافسہ بھی کہہ سکتے ہیں، جیسا کہ قرآن میں ہے:

﴿وَفِي ذَٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ﴾ [المطففين : ٢٦]

''اور اسی (کو حاصل کرنے) میں ان لوگوں کو مقابلہ کرنا لازم ہے جو (کسی چیز کے حاصل کرنے میں) مقابلہ کرنے والے ہیں۔''

[قرطبی : ٧١/٢]



حسد از روئے قرآن

✿ قرآن میں چار مقامات پر حسد کا صراحتاً تذکرہ ہوا ہے:

① ﴿وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُم مِّن بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِندِ أَنفُسِهِم مِّن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۖ فَاعْفُوا وَاصْفَحُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ [البقرة : ١٠٩]

”بہت سے اہل کتاب چاہتے ہیں کاش! وہ تمھیں تمھارے ایمان کے بعد پھر کافر بنا دیں، اپنے دلوں کے حسد کی وجہ سے، اس کے بعد کہ ان کے لیے حق خوب واضح ہو چکا۔ سو تم معاف کرو اور درگزر کرو، یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لے آئے۔ بے شک اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔“

② ﴿أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَىٰ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ﴾ [النساء : ٥٤]

”یا وہ لوگوں سے اس پر حسد کرتے ہیں جو اللہ نے انھیں اپنے فضل سے دیا ہے۔“

③ ﴿سَيَقُولُ الْمُخَلَّفُونَ إِذَا انطَلَقْتُمْ إِلَىٰ مَغَانِمَ لِتَأْخُذُوهَا ذَرُونَا نَتَّبِعْكُمْ ۖ يُرِيدُونَ أَن يُبَدِّلُوا كَلَامَ اللَّهِ ۚ قُل لَّن تَتَّبِعُونَا كَذَٰلِكُمْ قَالَ اللَّهُ مِن قَبْلُ ۖ فَسَيَقُولُونَ بَلْ تَحْسُدُونَنَا ۚ بَلْ كَانُوا لَا يَفْقَهُونَ إِلَّا قَلِيلًا﴾ [الفتح : ١٥]

”عنقریب پیچھے چھوڑ دیے جانے والے لوگ کہیں گے جب تم کچھ غنیمتوں کی طرف چلو گے، تاکہ انھیں لے لو، ہمیں چھوڑو کہ ہم تمھارے ساتھ چلیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے کلام کو بدل دیں۔ کہہ دے تم ہمارے ساتھ کبھی نہیں جاؤ

گے، اسی طرح اللہ نے پہلے سے کہہ دیا ہے۔ تو وہ ضرور کہیں گے بلکہ تم ہم سے حسد کرتے ہو۔ بلکہ وہ نہیں سمجھتے تھے مگر بہت تھوڑا۔"

④ ﴿وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ﴾ [الفلق : ٥]

"اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرے۔"

❁ قرآن پاک میں جیسے حسد کا تذکرہ صراحت سے موجود ہے اسی طرح اشارات کی صورت میں بھی موجود ہے۔ جن میں سے چند آیات مندرجہ ذیل ہیں:

① ﴿اِذْ قَالُوْا لَيُوْسُفُ وَ اَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰۤى اَبِيْنَا مِنَّا وَ نَحْنُ عُصْبَةٌ ؕ اِنَّ اَبَانَا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنِۚ ۝ اقْتُلُوْا يُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا يَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِيْكُمْ وَ تَكُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ﴾ [يوسف : ٨، ٩]

"جب انھوں نے کہا یقیناً یوسف اور اس کا بھائی ہمارے باپ کے ہاں ہم سے زیادہ پیارے ہیں، حالانکہ ہم ایک قوی جماعت ہیں۔ بے شک ہمارا باپ یقیناً کھلی غلطی میں ہے۔ یوسف کو قتل کر دو، یا اسے کسی زمین میں پھینک دو، تمھارے باپ کا چہرہ تمھارے لیے اکیلا رہ جائے گا اور اس کے بعد تم نیک لوگ بن جانا۔"

② ﴿وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ﴾ [الزخرف : ٣١]

"اور انھوں نے کہا یہ قرآن ان دو بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نازل نہ کیا گیا؟"

③ ﴿وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً﴾ [النساء : ٨٩]

"وہ چاہتے ہیں کاش کہ تم کفر کرو جیسے انھوں نے کفر کیا، پھر تم برابر ہو جاؤ۔"

④ ﴿وَ قَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا ؕ قَالُوْۤا اَنّٰى يَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَ نَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَ لَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ﴾

[البقرة : ٢٤٧]

''اور ان سے ان کے نبی نے کہا بے شک اللہ نے تمھارے لیے طالوت کو بادشاہ مقرر کیا ہے۔ انھوں نے کہا اس کی حکومت ہم پر کیسے ہو سکتی ہے، جبکہ ہم حکومت کے اس سے زیادہ حق دار ہیں اور اسے مال کی کوئی وسعت بھی نہیں دی گئی؟''

⑤ ﴿وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ﴾ [آل عمران : ٦٩]

''اہل کتاب کی ایک جماعت نے چاہا کاش! وہ تمھیں گمراہ کر دیں۔''

⑥ ﴿اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۗ وَ مَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ﴾ [آل عمران : ١٩]

''بے شک دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے اور وہ لوگ جنھیں کتاب دی گئی انھوں نے اختلاف نہیں کیا مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس علم آ چکا، آپس میں ضد کی وجہ سے۔''

⑦ ﴿وَ مَا تَفَرَّقُوْۤا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ﴾ [الشورٰی : ١٤]

''اور وہ جدا جدا نہیں ہوئے مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس علم آ گیا، آپس کی ضد کی وجہ سے۔''

⑧ ﴿اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۫ وَ اِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِهَا﴾ [آل عمران : ١٢٠]

''اگر تمھیں کوئی بھلائی پہنچے تو انھیں بری لگتی ہے اور اگر تمھیں کوئی تکلیف پہنچے تو اس پر خوش ہوتے ہیں۔''

⑨ ﴿وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ﴾ [القلم : ٩]

''وہ چاہتے ہیں کاش! تو نرمی کرے تو وہ بھی نرمی کریں۔''

⑩ ﴿وَ اتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَ لَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ؕ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ ؕ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ۝ لَىِٕنْۢ بَسَطْتَّ اِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِيْ مَاۤ اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِيَ اِلَيْكَ

لِاَقْتُلَنَّكَ ۚ اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ ۞ اِنِّیْٓ اُرِیْدُ اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِیْ وَ اِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۚ وَ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِیْنَ ۞ فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِیْهِ فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ﴾ [المائدۃ : ۲۷ تا ۳۰]

''اور ان پر آدم کے دو بیٹوں کی خبر کی تلاوت حق کے ساتھ کر، جب ان دونوں نے کچھ قربانی پیش کی تو ان میں سے ایک کی قبول کر لی گئی اور دوسرے کی قبول نہ کی گئی۔ اس نے کہا میں تجھے ضرور ہی قتل کر دوں گا۔ اس نے کہا بے شک اللہ متقی لوگوں ہی سے قبول کرتا ہے۔ اگر تو نے اپنا ہاتھ میری طرف اس لیے بڑھایا کہ مجھے قتل کرے تو میں ہرگز اپنا ہاتھ تیری طرف اس لیے بڑھانے والا نہیں کہ تجھے قتل کروں، بے شک میں اللہ سے ڈرتا ہوں، جو سارے جہانوں کا رب ہے۔ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ تو میرا گناہ اور اپنا گناہ لے کر لوٹے، پھر تو آگ والوں میں سے ہو جائے اور یہی ظالموں کی جزا ہے۔ تو اس کے لیے اس کے نفس نے اس کے بھائی کا قتل پسندیدہ بنا دیا، سو اس نے اسے قتل کر دیا، پس خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو گیا۔''

⑪ ﴿وَ اِنْ یَّكَادُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَیُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَ یَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ﴾ [القلم : ۵۱]

''اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا یقیناً قریب ہیں کہ تجھے اپنی نظروں سے (گھور گھور کر) ضرور ہی پھسلا دیں، جب وہ ذکر کو سنتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یقیناً یہ تو دیوانہ ہے۔''

⑫ ﴿فَقَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَیْنِ مِثْلِنَا وَ قَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ﴾ [المؤمنون : ۴۷]

''تو انھوں نے کہا کیا ہم اپنے جیسے دو آدمیوں پر ایمان لے آئیں؟ حالانکہ ان کے لوگ ہمارے غلام ہیں۔''

رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں حسد کا وجود

رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں صرف کافر ہی (1) مومنوں پر حسد نہیں کرتے تھے بلکہ بعض مسلمانوں میں بھی حسد پایا جاتا تھا۔

ابو امامہ بن سہل بن حنیف کہتے ہیں کہ عامر بن ربیعہ نے سہل بن حنیف کو غسل کرتے ہوئے دیکھا تو کہا: (2) ''میں نے آج کے دن کی طرح کوئی دن نہیں دیکھا اور نہ ہی کنواری لڑکی کے جسم کی طرح کا جسم دیکھا۔'' تو سہل رضی اللہ عنہ زمین پر گر پڑے۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس شکایت کی گئی کہ آپ کو سہل کے بارے میں کچھ خبر ملی؟ اللہ کی قسم! وہ تو سر نہیں اٹھا سکتے۔'' (3)

(1) کافروں اور اہل کتاب کا تو رسول اللہ ﷺ سے بہت حسد تھا، جیسے قرآن میں ہے: ﴿وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ هَٰذَا الْقُرْآنُ عَلَىٰ رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيمٍ﴾ [الزخرف : ۳۱] ''اور انھوں نے کہا یہ قرآن ان دو بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نازل نہ کیا گیا؟'' اور فرمایا: ﴿وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُم مِّن بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِندِ أَنفُسِهِم مِّن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ﴾ [البقرۃ : ۱۰۹] ''بہت سے اہل کتاب چاہتے ہیں کاش! وہ تمھیں تمھارے ایمان کے بعد پھر کافر بنا دیں، اپنے دلوں کے حسد کی وجہ سے، اس کے بعد کہ ان کے لیے حق خوب واضح ہو چکا۔''

(2) ظاہراً یہ مرسل معلوم ہوتی ہے، کیونکہ ابو امامہ تابعی اس واقعہ کے وقت حاضر نہیں تھے، لیکن مسند احمد اور نسائی کی بعض سندوں میں وضاحت ہے کہ امامہ نے اپنے باپ سے یہ واقعہ سنا ہے، تو سند متصل ثابت ہوگئی۔

اور بعض روایات میں ہے کہ اللہ کی قسم! نہ وہ سر اٹھا رہے ہیں اور نہ ہی ان کو افاقہ ہو رہا ہے۔ ایک روایت میں ہے عامر بن ربیعہ نے کہا: ''میں نے آج جیسا کوئی دن نہیں دیکھا اور نہ ہی کنواری لڑکی کے جسم کی طرح کوئی جسم دیکھا۔'' تو سہل کو اسی وقت سخت بخار ہوا اور گر پڑے۔ پھر رسول اللہ ﷺ کو خبر دی گئی کہ سہل کو بخار ہو گیا ہے، وہ آپ کے پاس نہیں آسکتے۔

آپ ﷺ نے پوچھا: ''یہ کس کا قصور ہے؟'' تو صحابہ نے جواب دیا: ''عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کا۔'' پھر رسول اللہ ﷺ نے عامر کو بلایا اور اس سے غصے کا اظہار بھی کیا اور فرمایا:

«عَلَامَ يَقْتُلُ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ أَلَا بَرَّكْتَ؟ (1) اِغْتَسِلْ لَهُ»

''تم اپنے بھائی کو کیوں قتل کرتے ہو؟ تو نے برکت کی دعا کیوں نہ دی؟ اس کے لیے اب غسل کر (کے پانی دے)۔''

پھر عامر نے اپنا چہرہ، ہاتھ، کہنیاں، گھٹنے، پاؤں کے اطراف اور ازار بند کا اندرونی حصہ پیالے نما برتن میں دھو کر دیا۔ جب وہ پانی سہل پر ڈالا گیا تو سہل بالکل ٹھیک ہو گئے۔
[المعجم الكبير للطبراني، ٣٣٢/٥، ح: ٥٤٤٣]

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ایک بچی کے چہرے پر آپ ﷺ نے زردی دیکھی، (یعنی اس کے چہرے کا رنگ تبدیل ہو چکا تھا) تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کو نظر لگی ہے، لہٰذا اس کو دم کرواؤ۔'' [بخاري، كتاب الطب، باب رقية العين: ٥٧٣٩۔ مسلم: ٢١٩٧]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''مجھے رسول اللہ ﷺ حکم دیتے تھے کہ میں نظر بد کی وجہ سے دم کروں۔'' [مسلم، كتاب السلام، باب استحباب الرقية...... : ٢١٩٥/٥٦۔ بخاري: ٥٧٣٨]

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آل حزم کو سانپ کے دم کے لیے رخصت دی اور اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ''کیا سبب ہے کہ میں اپنے بھتیجوں (جعفر رضی اللہ عنہ کے بیٹوں) کے جسموں کو کمزور محسوس کر رہا ہوں؟ کیا ان کو کوئی فقر و فاقہ پہنچا ہے؟'' اسماء رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: ''نہیں! لیکن ان کو نظر جلد لگ جاتی ہے۔'' تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو انھیں دم کر!'' سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے ایک دم (پڑھ کر) آپ ﷺ کے سامنے پیش کیا تو آپ نے فرمایا: ''تو انھیں (یہ) دم کر!'' [مسلم، كتاب السلام، باب استحباب الرقية من العين...... : ٢١٩٨]

(1) ایک حدیث میں یہ الفاظ ہیں: «إِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ مِنْ أَخِيهِ مَا يُعْجِبُهُ ، فَلْيَدْعُ لَهُ بِالْبَرَكَةِ» [ابن ماجه، كتاب الطب، باب العين: ٣٥٠٩] ''جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی کی کوئی ایسی چیز دیکھے جو اسے پسند آجائے تو اس کے لیے برکت کی دعا کرے۔''

کیا مومن بھی حاسد ہو سکتا ہے؟:

کبھی کبھی مومن بھی اپنے بھائی سے حسد کر لیتا ہے، اسی وجہ سے اللہ کے نبی یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹے یوسف علیہ السلام کو فرمایا تھا:

﴿ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰٓى اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا ۭ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴾ [يوسف : ٥]

''اے میرے چھوٹے بیٹے! اپنا خواب اپنے بھائیوں سے بیان نہ کرنا، ورنہ وہ تیرے لیے تدبیر کریں گے، کوئی بری تدبیر۔ بے شک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔''

اور یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے کہا تھا:

﴿ لَيُوْسُفُ وَ اَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰٓى اَبِيْنَا مِنَّا وَ نَحْنُ عُصْبَةٌ ۭ اِنَّ اَبَانَا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنِ ۝ اقْتُلُوْا يُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا يَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِيْكُمْ وَ تَكُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ ﴾ [يوسف : ٨، ٩]

''یقیناً یوسف اور اس کا بھائی ہمارے باپ کے ہاں ہم سے زیادہ پیارے ہیں، حالانکہ ہم ایک قوی جماعت ہیں۔ بے شک ہمارا باپ یقیناً کھلی غلطی میں ہے۔ یوسف کو قتل کر دو، یا اسے کسی زمین میں پھینک دو، تمھارے باپ کا چہرہ تمھارے لیے اکیلا رہ جائے گا اور اس کے بعد تم نیک لوگ بن جانا۔''

اور مومن کا مومن کے بارے میں حسد کا واقعہ پیچھے گزر چکا ہے کہ عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کی سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کو کیسے نظر لگی اور اس کا اثر کیسے ہوا، حالانکہ وہ دونوں صحابی تھے۔

حسد کے اسباب

حسد اکثر طور پر اللہ تعالیٰ پر ایمان میں کمزوری کی وجہ سے ہوتا ہے، علماء نے حسد کے کئی اسباب ذکر کیے ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

① بغض و عداوت:

کبھی تو انسان کسی سبب کی وجہ سے اسے دل میں چھپائے رکھتا ہے اور کبھی کسی دنیاوی یا ظاہری سبب کے بغیر ہی اسے دل میں رکھتا ہے۔ یہ بغض و عداوت دل میں اس لیے ہوتی ہے کہ ایک انسان جب دوسرے پر ظلم کرتا ہے یا اس کو ظلم پر مجبور کرتا ہے یا دھوکا دیتا ہے تو اس مظلوم انسان کے دل میں اس ظالم انسان کے بارے میں بغض و عداوت پیدا ہوتی ہے، وہ تمنا کرتا ہے کہ اس ظالم پر کوئی مصیبت و آفت آئے اور اس کی نعمتوں کو ختم کر دے، کیونکہ اس نے میرے ساتھ برا سلوک کیا اور ظلم و زیادتی کی ہے۔

اسی طرح یہ عداوت، دین کے مختلف ہونے کی وجہ سے بھی پیدا ہو جاتی ہے، جیسے گزشتہ اوراق میں گزرا ہے کہ کافر مومنوں سے عداوت رکھتے تھے۔ منافقین کے دلوں میں چونکہ شر، بغاوت، کفر اور زیادتی رکھ دی گئی ہے، اس لیے جب بھی مومنوں کو اللہ کی طرف سے کوئی نعمت ملتی تو وہ تمنا کرتے کہ ان سے یہ نعمت چھن جائے، ان پر مصیبتیں اور آزمائشیں اتریں اور ان پر تنگی ہی تنگی ہو۔ ان نعمتوں سے منافقین بہت گھٹن محسوس کرتے تھے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ اِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا ۖۚ وَ اِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَیْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ

الْغَيْظِ ؕ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۫ وَ اِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِهَا ؕ وَ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴾

[آل عمران : ۱۱۹، ۱۲۰]

''اور وہ جب تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اور جب اکیلے ہوتے ہیں تو تم پر غصے سے انگلیوں کی پوریں کاٹ کاٹ کھاتے ہیں۔ کہہ دے اپنے غصے میں مر جاؤ، بے شک اللہ سینوں کی بات کو خوب جاننے والا ہے۔ اگر تمھیں کوئی بھلائی پہنچے تو انھیں بری لگتی ہے اور اگر تمھیں کوئی تکلیف پہنچے تو اس پر خوش ہوتے ہیں اور اگر تم صبر کرو اور ڈرتے رہو تو ان کی خفیہ تدبیر تمھیں کچھ نقصان نہیں پہنچائے گی۔ بے شک اللہ، وہ جو کچھ کرتے ہیں اس کا احاطہ کرنے والا ہے۔''

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۖۚ وَ مَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ﴾ [آل عمران : ۱۱۸]

''وہ ہر ایسی چیز کو پسند کرتے ہیں جس سے تم مصیبت میں پڑو۔ ان کی شدید دشمنی تو ان کے مونہوں سے ظاہر ہو چکی ہے اور جو کچھ ان کے سینے چھپا رہے ہیں وہ زیادہ بڑا ہے۔''

② دنیاوی سربراہی سے محبت ①:

جب انسان دنیاوی سربراہی یعنی امارت اور عہدے سے محبت کرنا شروع کر دیتا ہے تو وہ اسے اس عزت و سربراہی میں کسی دوسرے شخص کی شرکت اور مقابلہ برداشت نہیں کر سکتا

① سوائے شرعی صحیح ارادہ کے، جیسے یوسف علیہ السلام نے کہا تھا: ﴿ اجْعَلْنِيْ عَلٰى خَزَآئِنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّيْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ ﴾ [یوسف : ۵۵] ''مجھے اس زمین کے خزانوں پر مقرر کر دے، بے شک میں پوری طرح حفاظت کرنے والا، خوب جاننے والا ہوں۔'' یوسف علیہ السلام نے اس کا مطالبہ اس لیے کیا تھا تاکہ وہ تنگی اور قحط سالی کے دنوں میں لوگوں میں عدل و انصاف قائم کر سکیں، جس کی لوگوں کو اشد ضرورت تھی۔

اس لیے جب وہ کسی شخص کے مقابلے کا خطرہ محسوس کرتا ہے تو اس مد مقابل کے بارے میں تمنا شروع کر دیتا ہے کہ وہ مصیبتوں میں پڑا رہے، ذلیل و رسوا ہو اور لوگوں میں اس کے بارے میں غلط افواہیں پھیلیں، تاکہ وہ اس مرتبے کے حصول کے لیے اس کے قریب بھی نہ آسکے۔

اگر دنیاوی سربراہی و شہرت چاہنے والے کو پتا چل جائے کہ عزت و مرتبے، علم، زُہد، بادشاہت اور مال و عزت یا بہادری میں اس جیسا اور شخص بھی موجود ہے تو یہ شخص تمنا کرے گا کہ کاش! وہ میرا شریک مر ہی جائے یا اس سے یہ سب کچھ ختم ہو جائے، تاکہ میں اکیلا ہی اس حالت میں رہوں۔

③ بخیلی:

بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کے دل بخل سے بھرے ہوتے ہیں اور وہ لوگوں کے لیے کوئی بھلائی پسند ہی نہیں کرتے۔ جب انھیں پتا چل جائے کہ کسی کو صحت، عقل، دین، مال، اولاد، بیوی یا عزت جیسی کوئی بھلائی ملی ہے تو وہ ہر وقت حسد کی آگ میں جلنے لگتے ہیں، دل ہی دل میں کڑھتے رہتے ہیں، ان کے جسم حسد کی وجہ سے کمزور ہو جاتے ہیں اور ان کے سینے غصے سے پھٹنے لگتے ہیں کہ فلاں کو ایسی نعمت کیوں مل گئی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَىٰ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ﴾ [النساء: ٥٤]

''یا وہ لوگوں سے اس پر حسد کرتے ہیں جو اللہ نے انھیں اپنے فضل سے دیا ہے۔''

امام رازی رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''تجھے ایسے لوگ بھی ملیں گے جو نہ تو سربراہی چاہتے ہیں، نہ تکبر کرتے ہیں اور نہ ہی مال کو طلب کرنے میں مصروف ہوتے ہیں، لیکن جب ان کے پاس اللہ کے کسی بندے کی فراوانی کا تذکرہ کیا جاتا ہے تو یہ ان پر بہت گراں گزرتی ہے اور جب ان کے سامنے لوگوں کی بدحالی اور تنگ دستی کا ذکر کیا جاتا ہے تو وہ اس پر

خوش ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ ہمیشہ یہی پسند کرتے ہیں کہ لوگ تنگ دستی کی حالت میں رہیں اور اللہ نے جو اپنے بندوں پر نعمتیں کی ہوتی ہیں ان پر بخل کرتے ہیں۔ گویا (انھیں) یوں محسوس ہوتا ہے کہ لوگ ہماری ملکیت اور ہمارے خزانے سے کچھ لے رہے ہیں۔ اس طرح کا شخص ان لوگوں سے بھی بخل کرتا ہے جن سے نہ اسے کوئی عداوت ہوتی ہے اور نہ کوئی تعلق ہوتا ہے، اس کا سبب بس یہی ہے کہ ایسا شخص خبیث النفس ہوتا ہے اور ذلت اس کی طبیعت کا حصہ بن جاتی ہے، کیونکہ حسد کی باقی اقسام میں سے جب حسد کا سبب ختم ہو جائے تو حسد بھی ختم ہو جاتا ہے، لیکن جس شخص کی فطرت میں خباثت رکھی گئی ہو اس کو زائل کرنا مشکل ہے۔"

[تفسير رازي : ٢٤١/٣]

④ ایمانی کمزوری اور دوسروں کے آگے بڑھنے کا خطرہ:

بعض اوقات انسان کے دل میں شروع میں حسد نہیں ہوتا، لیکن جب اسے پتا چلتا ہے کہ کسی دوسرے انسان کا مال بڑھ رہا ہے اور اس کا مرتبہ بڑھ رہا ہے تو آہستہ آہستہ اس کے دل میں حسد پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اسے خطرہ محسوس ہونا شروع ہو جاتا ہے اور وہ تمنا کرتا ہے کہ دوسرے انسان کو مجھ سے زیادہ نعمت نہ ملے، ہم دونوں مرتبے میں برابر تو رہیں لیکن وہ مجھ سے عزت و بڑائی اور غلبہ میں آگے نہ بڑھ سکے۔ نوح علیہ السلام کی قوم کے سرداروں نے کہا:

﴿مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ﴾ [المؤمنون : ٢٤]

"یہ نہیں ہے مگر تمھارے جیسا ایک بشر، جو چاہتا ہے کہ تم پر برتری حاصل کر لے۔"

⑤ مدمقابل کا خوف:

یہ ایک ہی مقصد کے بارے میں جھگڑا کرنے والوں کے ساتھ خاص ہے، مثلاً کسی آدمی کی ایک سے زیادہ بیویاں ہوں تو ہر بیوی یہی چاہتی ہے کہ خاوند صرف میرے ساتھ اکیلا

رہے، صرف مجھ سے محبت کرے، صرف ہم دونوں راز دان رہیں اور اس کا قلبی میلان صرف میرے ساتھ رہے، اسی وجہ سے دوسری بیوی حسد کی وجہ سے یہ تمنا کرتی ہے کہ اس سے نعمتیں ختم ہو جائیں اور اس سے غلطیاں سرزد ہوں۔

ایسے ہی اکثر بھائی بھی باپ کی محبت کے حصول کے لیے آپس میں مقابلہ اور جھگڑا کرتے ہیں تاکہ باپ کے ہاں دوسرے بھائیوں کی بہ نسبت اس کا مرتبہ بڑھ جائے۔

⑥ لوگوں کو اپنے ماتحت رکھنے کی خواہش:

اگر کسی کو مال و شرف مل جائے تو اس کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ غریب لوگ اس کے دروازے پر کھڑے رہیں، اس کے مطیع رہیں، یہ انھیں جہاں اور جیسے چاہے استعمال کرے، غریب بندے کو ہر حال میں راضی اور شکر و قناعت کرنے والا ہونا چاہیے۔ اگر مال دار کو پتا چل جائے کہ غریب کو مال یا عزت و مرتبہ مل رہا ہے تو یہ اس کو سخت ناپسند کرے گا اور تمنا کرے گا کہ کاش! ساری زندگی یہ غریب اس کے مطیع رہیں، اسی کے فرماں بردار رہیں۔ ان کی غربت ختم نہیں ہونی چاہیے اور نہ ہی ان کو مرتبہ ملنا چاہیے، بس میرے محتاج رہ کر میرا حکم مانتے رہیں۔

اسی ضمن میں مسلم کی حدیث ہے، سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سورۂ انعام کی آیت (۵۲) " وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِيِّ " کے بارے میں فرماتے ہیں:

یہ آیت ہم چھ لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ان میں، میں اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں۔ مشرکین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے تھے: ''تو ان لوگوں کو اپنے قریب کرتا ہے۔'' ایک روایت کے یہ الفاظ ہیں، سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ''ہم چھ آدمیوں کا گروہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا تو مشرکوں نے آپ سے کہا: ''ان لوگوں کو اپنے پاس سے بھگا دو، تاکہ یہ ہمارے خلاف کوئی جرأت نہ کریں۔'' سیدنا سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میں، ابن مسعود، قبیلہ ہذیل کا ایک آدمی اور بلال اور دو آدمی جن کا میں نام نہیں لینا چاہتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے پاس تھے کہ آپ کے دل میں کوئی خیال آیا جو اللہ نے چاہا تو آپ نے اپنے دل ہی دل میں باتیں کیں۔ تب اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل کی:

﴿وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ﴾ [الأنعام : ٥٢]

''اور ان لوگوں کو دور نہ ہٹا جو اپنے رب کو پہلے اور پچھلے پہر پکارتے ہیں، اس کا چہرہ چاہتے ہیں۔''

[مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب في فضل سعد بن أبي وقاص رضي الله عنه : ٢٤١٣/٤٥،٤٦]

نوح علیہ السلام کی قوم بھی ان سے ایسے ہی کہتی تھی:

﴿قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لَكَ وَ اتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ﴾ [الشعراء : ١١١]

''انھوں نے کہا کیا ہم تجھ پر ایمان لے آئیں، حالانکہ تیرے پیچھے وہ لوگ لگے ہیں جو سب سے ذلیل ہیں۔''

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کے بارے میں مشرکین کہتے تھے:

﴿اَهٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ بَيْنِنَا﴾ [الأنعام : ٥٣]

''کیا یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے ہمارے درمیان میں سے احسان فرمایا ہے؟''

بلکہ وہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حسد کرتے ہوئے کہتے تھے:

﴿لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ﴾

[الزخرف : ٣١]

''یہ قرآن ان دو بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نازل نہ کیا گیا؟''

گویا وہ یہ کہنا چاہتے تھے کہ ایک یتیم بچے کو ہم اپنے سے مقدم کیسے کر لیں اور کس طرح اس کی بات مان کر اس کی اطاعت کریں اور اس کے سامنے اپنے سر جھکا لیں؟

حسد کے بڑھنے کے اسباب

حاسد کے دل میں کبھی حسد کم ہوتا ہے، کبھی بڑھ جاتا ہے، کبھی ختم ہو جاتا ہے اور کبھی مکمل بھڑک رہا ہوتا ہے۔ اس کے کئی اسباب ہیں، چند مندرجہ ذیل ہیں:

① مل جل کر رہنا:

خواہ یہ گھریلو معاملات میں ہو یا کاروباری معاملات میں، مستقل ڈیوٹی میں ہو یا کسی تنظیمی گروپ وغیرہ میں، آپ دیکھیں گے کہ اکثر لوگ دوسرے سے حسد کرتے ہیں۔ پھر کسی کا حسد صرف اپنے شعبے سے تعلق رکھنے والے فرد سے ہوگا جو اس سے زیادہ کماتا ہوگا، کسی دوسرے شعبے سے تعلق رکھنے والے سے نہیں ہوگا، خواہ وہ لاکھوں روپے اس سے زیادہ کمالے۔ مثلاً ایک آدمی خوشبو بیچ کر ایک دن میں پانچ سو روپے کما لیتا ہے، اس کے ساتھ ایک تاجر کا گاڑیوں کا شوروم ہو اور وہ ایک دن میں پانچ لاکھ روپے کماتا ہو، تو خوشبو والے کی نظر اس تاجر پر نہیں جائے گی اور نہ ہی اس سے حسد کرے گا، اگرچہ وہ اس سے بہت زیادہ نفع کماتا ہے، لیکن یہ حسد اس پر کرے گا جو خوشبو بیچ کر دن میں ایک ہزار ریال کماتا ہو، یعنی اپنے کاروبار والے شخص سے ہی حسد کرے گا۔

اسی طرح ایک ڈاکٹر دوسرے ڈاکٹر سے ہی حسد کرے گا، وہ دیکھے گا کہ اس کے پاس کتنے مریض آتے ہیں؟ کتنوں کو شفا ہوئی اور کتنے علاج میں ناکام واپس گئے؟ ایسے ہی کسان، کسان سے ہی حسد کرے گا۔ الغرض ہر کاری گر اپنے شعبے کے متعلقہ فرد سے حسد کرتا ہے، حتیٰ کہ موچی بھی اپنے موچی ساتھی سے حسد کرتا ہے، دوسروں کی طرف نظر نہیں

اٹھائے گا اگرچہ وہ لاکھوں کماتے ہوں۔

ایسے ہی اگر آدمی کی ایک شادی ہوئی ہو تو بیوی اپنی ساس سے حسد کرتی ہے، چونکہ وہ بیوی اور اس کی ساس دونوں ہی اس آدمی سے رحم دلی حاصل کرنے میں مشترک ہوتی ہیں۔ اگر دوسری شادی ہو جائے ﴿1﴾ تو یہ پہلی بیوی فوراً دوسری بیوی سے حسد شروع کر دے گی اور اپنی ساس کو چھوڑ دے گی، چونکہ اب دونوں بیویاں خاوند کے ساتھ مباشرت اور اس کے متعلقات میں شریک ہوگئی ہیں جس میں ان کی ساس شریک نہیں ہوتی۔

اسی طرح ایک پڑوسی دوسرے پڑوسی سے حسد کرتا ہے، وہ دیکھتا رہتا ہے کہ اس کی عمارت میری عمارت سے بڑھ تو نہیں گئی اور اس پر اللہ نے کہیں انعامات زیادہ تو نہیں کردیے۔ اسی طرح وہ اہل علم جن کو آخرت کی فکر نہیں ہوتی وہ بھی عالم انسان سے علم میں حسد کرتے ہیں، جیسے اہل کتاب رسول اللہ ﷺ سے حسد کرتے تھے۔ یعنی عالم، عالم سے اور ایک عابد دوسرے عابد سے حسد کرتا ہوا نظر آئے گا۔ خطاطی کرنے والا ایک خطاط سے، بڑھئی دوسرے بڑھئی سے اور لوہار دوسرے لوہار سے حسد کرتا ہوا نظر آئے گا۔ الا یہ کہ جن پر اللہ تعالیٰ اپنا خاص کرم کر کے انھیں حسد کے مرض سے بچا لے۔

جو لوگ اللہ تعالیٰ پر اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، ان کا پڑوس اور قرب عزت و دولت وغیرہ میں جتنا بڑھتا جائے گا اتنا ہی ان کے حسد میں اضافہ ہوتا جائے گا۔

② لوگوں پر ظلم و زیادتی اور تکبر میں حد سے بڑھ جانا:

حسد کے بڑھنے کے اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی ہے کہ انسان جب لوگوں پر ظلم و زیادتی اور تکبر کرنے میں حد سے بڑھ جاتا ہے تو مظلوم انسان پھر مجبور ہو کر تمنا کرتے ہیں کہ اس ظالم سے نعمتیں چھن جائیں اور اس پر آفتیں اور مصیبتیں نازل ہوں، تاکہ جن نعمتوں

﴿1﴾ واقعۂ افک میں ہے کہ ام رومان (عائشہ ؓ کی والدہ محترمہ) نے سیدہ عائشہ ؓ سے کہا تھا: "اللہ کی قسم! جس خوب صورت عورت سے اس کا خاوند محبت کرتا ہو اس کی سوکنیں لازماً اس سے حسد کرتی ہیں۔" اسی طرح ترمذی میں ہے، سیدہ عائشہ ؓ فرماتی ہیں: "جتنی غیرت مجھے خدیجہ ؓ پر آتی تھی اتنی کسی اور پر نہیں آتی تھی......"

کی وجہ سے ہم پر اکڑتا ہے اور تکبر کرتا ہے وہی اس سے ختم ہو جائیں۔

③ بخل کا بڑھ جانا:

کسی شخص کو اللہ نے مال دیا ہو مگر وہ بخیل ہو اور غرباء و مساکین پر کوئی احسان نہ کرتا ہو، تو غریب لوگ یہ تمنا کرتے ہیں کہ ہمیں ان نعمتوں سے کچھ ملے یا نہ ملے، لیکن اس بخیل کے پاس کچھ نہیں رہنا چاہیے، مثلاً کسی شخص کا پڑوسی مال دار مگر بخیل ہے، وہ ہر روز اپنے بچوں کے لیے پھل لاتا ہے اور اس کے غریب پڑوسی کے بچے اس کو دیکھتے ہیں، اسے لیکن اس کے دل میں ان کے بارے میں کوئی خیال نہیں آتا، اسے صرف اپنے اور اپنے بچوں کے پیٹ کی فکر ہوتی ہے تو ان غریب بچوں کا باپ جب اپنے بچوں کی یہ کیفیت اور اس مال دار کا بخل دیکھتا ہے تو اس کو تکلیف محسوس ہوتی ہے، جس کی وجہ سے یہ باپ تمنا کرتا ہے کہ اس بخیل مال دار کے پاس یہ نعمتیں ختم ہو جائیں۔

اگر مال دار انسان اپنے غریب پڑوسی کے بچوں کا بھی خیال رکھے تو لازمی طور پر اس غریب انسان کے منہ سے اس مال دار کے لیے برکت کی دعا نکلے گی، لیکن اس بات کو صرف مومن لوگ ہی سمجھتے ہیں۔

اب حسد کے ان نقصانات کو بیان کیا جاتا ہے جن کا اثر خود حاسد انسان کی ذات پر ہوتا ہے، تاکہ وہ ان نقصانات کو جان کر حسد کرنے سے باز آ جائے اور اپنے بھائیوں کے لیے برکت کی اور نعمتوں کے بڑھ جانے کی دعا کرے۔



حسد کے اُخروی نقصانات

① تقدیر پر اعتراض:

حاسد انسان کو معلوم ہونا چاہیے کہ جب وہ اپنے مسلمان بھائی سے حسد کرتا ہے تو گویا وہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر اعتراض کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کے حکم کو ناپسند کرتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے حق میں تقسیم کی ہے اس میں اپنے رب سے جھگڑتا ہے، کیونکہ وہی اللہ ہے جو کسی کو ذہین بناتا ہے تو کسی کو کند ذہن، کسی کو مال دار بناتا ہے تو کسی کو غریب، کسی کو عالم بناتا ہے تو کسی جاہل، کسی کو رزق والا بناتا ہے تو کسی کو فقیر، کسی کو جاہ و مرتبے والا تو کسی کو ذلیل، کسی کی قبولیت لوگوں کے دلوں میں بٹھاتا ہے تو کسی کی نفرت۔ وہی اللہ ہے جس نے تقدیریں مقرر کی ہیں اور ہر چیز کو ایک خاص اندازے سے پیدا کیا ہے، جیسے فرمایا:

﴿ إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَٰهُ بِقَدَرٍ ﴾ [القمر : ٤٩]

"بے شک ہم نے جو بھی چیز ہے، ہم نے اسے ایک اندازے کے ساتھ پیدا کیا ہے۔"

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ نے فرمایا:

« كَتَبَ اللّٰهُ مَقَادِيرَ الْخَلَائِقِ قَبْلَ أَنْ يَّخْلُقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِخَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ » [مسلم، كتاب القدر، باب حجاج آدم و موسٰى صلى الله عليهما وسلم : ٢٦٥٣]

''اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کی تقدیریں آسمانوں اور زمین پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے ہی لکھ دیں۔''

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« كُلُّ شَيْءٍ بِقَدَرٍ حَتَّى الْعَجْزِ وَالْكَيْسِ » [مسلم، كتاب القدر، باب كل شيء بقدر......: ٢٦٥٥]

''ہر چیز تقدیر سے ہے، حتیٰ کہ عاجزی (کم ذہنی، معاملات میں عدم مہارت) اور ہوشیاری بھی ہے۔''

یعنی بعض لوگ بے کار اور نکھٹو ہوتے ہیں اور بعض عقل مند اور ہوشیار، تو یہ بھی تقدیر میں لکھا جا چکا ہے۔

مشرکین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہتے تھے:

﴿لَوْ لَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ۝ اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ؕ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ رَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ؕ وَ رَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ﴾ [الزخرف : ٣١، ٣٢]

''یہ قرآن ان دو بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نازل نہ کیا گیا؟ کیا وہ تیرے رب کی رحمت تقسیم کرتے ہیں؟ ہم نے خود ان کے درمیان ان کی معیشت دنیا کی زندگی میں تقسیم کی اور ان میں سے بعض کو بعض پر درجوں میں بلند کیا، تاکہ ان کا بعض، بعض کو تابع بنا لے اور تیرے رب کی رحمت ان چیزوں سے بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں۔''

اور فرمایا:

﴿اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَقَدْ اٰتَيْنَاۤ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ اٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا﴾ [النساء : ٥٤]

”یا وہ لوگوں سے اس پر حسد کرتے ہیں جو اللہ نے انھیں اپنے فضل سے دیا ہے، تو ہم نے تو آل ابراہیم کو کتاب اور حکمت عطا فرمائی اور ہم نے انھیں بہت بڑی سلطنت عطا فرمائی۔“

حاسد انسان کے دل میں اگر ایمان ہو اور اس کا یہ عقیدہ بن جائے کہ اچھی بری تقدیر اللہ ہی کی طرف سے ہوتی ہے اور اگر اسے یہ بھی علم ہو جائے کہ وہ اپنے حسد سے اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر اعتراض کرتا ہے تو اس کا ایمان اس کو مجبور کرے گا کہ وہ حسد کو چھوڑ دے اور اللہ تعالیٰ سے اس سے بچنے کی دعا کرے۔

② مشرکوں سے مشابہت:

حاسد انسان کو معلوم ہونا چاہیے کہ وہ حسد کر کے مشرکوں اور منافقوں کی مشابہت کر رہا ہے، کیونکہ وہ مسلمانوں کے بارے میں شر کی اور نعمتوں کے ختم ہونے کی تمنا کرتے ہیں، یہ حاسد بھی اسی طرح کی تمنا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَ اِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِهَا﴾
[آل عمران : ۱۲۰]

”اگر تمھیں کوئی بھلائی پہنچے تو انھیں بری لگتی ہے اور اگر تمھیں کوئی تکلیف پہنچے تو اس پر خوش ہوتے ہیں۔“

اور فرمایا:

﴿وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ﴾ [آل عمران : ۱۱۸]

”وہ ہر ایسی چیز کو پسند کرتے ہیں جس سے تم مصیبت میں پڑو۔“

جب کسی مسلمان کو علم ہو جائے کہ مشرکین کے ساتھ عقیدے، اخلاق اور دین میں مشابہت اختیار کرنا منع ہے اور اگر کوئی مشابہت اختیار کرے گا تو آخرت میں ان کے ساتھ برے انجام میں بھی شریک ہوگا، تو کوئی بھی مسلمان انسان اپنے مومن بھائیوں کے بارے میں حسد کرنا بالکل چھوڑ دے گا۔

③ فوجِ ابلیس کا سپاہی:

حاسد انسان کوعلم ہو جائے کہ وہ اپنے مومن بھائیوں سے حسد کرنے کی وجہ سے ابلیس کی فوج کا سپاہی بن جاتا ہے، پھر ابلیس اللہ کے نیک بندوں کے بارے میں اس سے جو چاہتا ہے کرواتا ہے، تو انسان حسد کرنے سے رک جائے گا۔

کون سا وہ انسان ہے جو ابلیس ملعون کا سپاہی بننا چاہتا ہو اور اللہ رب العالمین کا دشمن بننا پسند کرے اور اس کو ناراض کر کے اپنے شیطان دوستوں کو خوش کر کے اس کی تقدیر پر اعتراض کرنا پسند کرے؟

④ مومنوں سے دوری:

جب حاسد انسان کو پتا چل جائے کہ اس کے اپنے مومن بھائیوں سے حسد کرنے کی وجہ سے وہ ان سے محبت کرنا چھوڑ دے گا (جبکہ مومن آپس میں رحم دل ہوتے ہیں) اور ہو سکتا ہے دنیا میں مومنوں سے علیحدگی کی وجہ سے آخرت میں بھی مومنوں سے الگ رہنا پڑے، کیونکہ جو شخص جس قوم سے محبت کرے گا یا اعمال میں ان کی مشابہت اختیار کرے گا، اس کا حشر اسی قوم کے ساتھ ہوگا۔ اگر اس بات کا اسے علم ہو جائے تو وہ لازماً حسد سے باز آجائے گا۔

⑤ آخرت میں عذاب:

اگر حاسد انسان کو معلوم ہو جائے کہ قیامت کے دن اس کو اس جرم کی وجہ سے کتنا بڑا عذاب ہوگا تو وہ لوگوں سے حسد کرنا چھوڑ دے گا اور اپنے اوپر اور مسلمانوں پر کیے ہوئے جرم کی اللہ سے معافی مانگنا شروع کر دے گا۔

⑥ نیکیوں کا ضیاع:

حاسد انسان کو معلوم ہونا چاہیے کہ اس کے اپنے مسلمان بھائی سے حسد کرنے کی وجہ

سے آخرت کے دن اس کی نیکیاں ان مومنوں کو دے دی جائیں گی اور ان کی برائیاں اس حاسد کے نامۂ اعمال میں ڈال دی جائیں گی، خصوصاً جب حاسد انسان، حسد کا اظہار قول، فعل، غیبت، عیب زنی اور راز فاش کرنے کے ساتھ کرتا ہے۔ گویا یہ تحفے ہیں جو حاسد انسان اپنے مخالف کو ہدیہ کرتا ہے اور اس حاسد کو علم بھی نہیں ہوتا۔



حسد کے دنیاوی نقصانات

① غم و پریشانی:

حاسد انسان اپنے حسد کی وجہ سے ہمیشہ غمگین اور پریشان رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ لوگوں پر طرح طرح کے انعامات کرتے ہیں اور یہ حاسد لوگوں کے پاس نعمتیں دیکھ دیکھ کر جلتا رہتا ہے اور اپنے آپ کو اس کرب میں مبتلا رکھتا ہے۔ لوگوں سے کوئی مصیبت دور ہو تو اس کو تکلیف ہوتی ہے، اس لیے یہ ہمیشہ غم اور پریشانی میں مبتلا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بندوں پر انعامات کرتا ہے تو اس کا دل غصے سے پھٹتا ہے، اللہ تعالیٰ لوگوں سے مصیبتیں دور فرماتا ہے تو غم و بخل کی وجہ سے اس کی عقل منتشر ہو جاتی ہے اور یہ افسوس کرتا ہے کہ ان سے مصیبتیں کیوں ختم ہوگئیں۔ اپنے حسد کی وجہ سے یہ اپنے ارادے کو کبھی کبھی پورا کر لیتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس کے مخالفین (جن سے یہ حسد کرتا ہے ان کے) پر کچھ اثر نہیں پڑتا اور اس کی تدبیریں ناکام ہوتی رہتی ہیں۔

حاسد انسان پر غم و پریشانی جب غالب آجائے تو وہ اپنے آپ کو بیمار کر لیتا ہے، اپنی صحت ضائع کرتا ہے، اور خود ہی اپنی زندگی کو اپنے اوپر تنگ کر لیتا ہے۔ اپنے آپ کو وسوسوں میں مبتلا کر لیتا ہے اور اس کے کھانے پینے میں بھی لطف نہیں رہتا۔

② حاسد مصیبتوں کا متمنی:

حاسد انسان جب لوگوں سے حسد کرتا ہے تو اس کو یہ علم بھی نہیں ہوتا کہ وہ اپنے لیے مصیبتوں کی تمنا کر رہا ہے۔ کبھی کبھی اللہ تعالیٰ لوگوں کو نعمتیں دے کر آزماتا ہے، اس حاسد کو

اللہ تعالیٰ اس آزمائش والی نعمت سے بچاتا ہے لیکن یہ خود تمنا کرتا ہے کہ مجھے بھی وہ نعمت ملنی چاہیے، حالانکہ وہ نعمت نہیں بلکہ آزمائش ہوتی ہے۔ تو اس کے تمنا کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کو بھی وہ آزمائش والی نعمت دے کر آزمائش میں ڈال دیتے ہیں۔

③ آفات کا نزول:

حاسد انسان پر اس کے اس عظیم جرم حسد کی وجہ سے آفات و آزمائشیں آنا شروع ہو جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَ مَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَ يَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ﴾

[الشوریٰ: ۳۰]

''اور جو بھی تمھیں کوئی مصیبت پہنچی تو وہ اس کی وجہ سے ہے جو تمھارے ہاتھوں نے کمایا اور وہ بہت سی چیزوں سے درگزر کر جاتا ہے۔''

حاسد انسان دوسرے لوگوں سے حسد کی وجہ سے ان سے نفرت کرتا ہے، اس لیے پوری مخلوق کے ہاں مذموم اور ناپسندیدہ ہوتا ہے۔

امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شاید کہ تو اہل علم میں سے کسی آدمی سے حسد کرے اور پسند کرے کہ وہ اللہ کے دین میں غلطی کرے اور تو اس کی خطاؤں کی تشہیر کرے تاکہ وہ رسوا ہو اور تجھے پسند ہو کہ اس کی زبان رک جائے تاکہ وہ کلام نہ کر سکے یا وہ بیمار ہو جائے تاکہ وہ تعلیم و تعلّم کا سلسلہ جاری نہ رکھ سکے، اس سے بڑھ کر اور کون سا گناہ ہو سکتا ہے اور اس سے گھٹیا مرتبہ اور کیا ہو سکتا ہے؟ اے حاسد انسان! ان وجوہات سے ظاہر ہوا کہ تیری مثال اس انسان کی طرح ہے جو اپنے دشمن کو پتھر مارتا ہے تاکہ اس کی کنپٹی پر لگے اور دشمن ختم ہو جائے، لیکن وہ اس کی اپنی آنکھ پر لگتا ہے اور آنکھ گنوا بیٹھتا ہے تو اس کا غصہ اور بڑھ جاتا ہے۔ پھر یہ پہلی مرتبہ سے بھی زیادہ زور سے پتھر مارتا ہے تو یہ پتھر اس کی اپنی ہی دوسری آنکھ پر لگتا ہے اور اس کی بینائی ختم کر لیتا ہے۔ اس کو اور زیادہ غصہ آتا ہے، پھر تیسری بار پتھر مارتا ہے تو اس کے سر پر لگتا اور سر زخمی ہو جاتا ہے، لیکن ہر حالت میں دشمن باقی زندہ رہتا

ہے، صحیح سالم رہتا ہے اور سارے کا سارا وبال حاسد کے اپنے اوپر ہی رہتا ہے اور اس کے دشمن بھی اس پر ہنستے ہیں۔ حاسد کا معاملہ اس سے بھی قبیح ہے، کیونکہ یہ پتھر جو اس شخص پر لوٹ رہا ہے وہ صرف اس کی ایک آنکھ کو ہی ختم کرتا ہے، دوسری آنکھ اس کے پاس ہی رہتی ہے اور مرے گا تب ہی جب اسے موت آئے گی، لیکن حسد کرنے والا اللہ تعالیٰ کے غصے کو دعوت دیتا ہے جو جہنم میں لے جانے کا سبب بنتا ہے۔ یعنی دنیاوی نعمت (آنکھ) کا ضائع ہو جانا اتنا نقصان دہ نہیں جتنا کہ آخرت کا عذاب نقصان دہ ہے۔ غور کیجیے! اللہ تعالیٰ حاسد انسان سے کیسے انتقام لیتا ہے۔ حاسد انسان اپنے دشمن سے نعمت کے زائل ہونے کی تمنا کرتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ خود اس حاسد کی نعمتوں کو ختم کر دیتے ہیں، جیسا کہ فرمایا:

﴿وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ﴾ [فاطر: ۴۳]

''اور بری تدبیر اپنے کرنے والے کے سوا کسی کو نہیں گھیرتی۔''

انسان جس قدر صاف ذہن اور حاضر دماغی کے ساتھ ان باتوں میں غور وفکر کرے گا اسی قدر اس کے دل سے حسد کی آگ ختم ہوگی۔ انسان کے لیے فائدے مند چیز یہ ہے کہ جو اسباب اس کو حسد کرنے پر ابھاریں یہ ان کے الٹ عمل کرے۔ مثلاً اگر حسد اس کو مجبور کرے کہ تو اپنے بھائی کی عیب جوئی کر تو اس کو چاہیے کہ یہ اپنی زبان کو ہمیشہ اپنے بھائی کی مدح میں لگائے، اگر تکبر پر مجبور کرے تو یہ تواضع اختیار کرے، اگر حسد بھلائی کے اسباب ختم کرنے پر مجبور کرے تو اس کو چاہیے کہ اپنے آپ کو بھلائی کے کام کرنے پر مجبور کرے۔ جب حاسد انسان ایسے کوشش کرے گا تو جس سے یہ حسد کرتا ہے وہ خوش ہوگا اور اس حاسد سے بھی محبت کرے گا، یہ کام کرنے سے بالآخر حسد ختم ہو ہی جائے گا۔ حسد کو ختم کرنے کی دو صورتیں ہیں:

① ایسا شخص جس سے حسد کیا جاتا ہے جب وہ اپنے حاسدین سے محبت کرے گا اور ایسے کام سرانجام دے گا جو اس کے مخالفین (حاسدین) کو اچھے لگتے ہیں تو اس صورت میں وہ شخص اپنے حاسدین کے دلوں میں مقام بنا لے گا، وہ اس سے حسد کرنا چھوڑ

دیں گے اور اس سے محبت کرنے لگیں گے۔

② حاسد انسان جب اپنے آپ پر مشقت کر کے اور اہتمام کے ساتھ ایسے کام کرے گا جو حسد کو پیدا کرنے والے اسباب کے متضاد ہوں گے تو ایک وقت آئے گا کہ حاسد انسان طبعی طور پر ایسے کام کرنا شروع کر دے گا جس سے حسد بالکل ختم ہو جائے گا اور دونوں بھائی (حاسد و محسود) باہمی محبت کرنے لگیں گے۔



حسد کو ختم کرنے کے ذرائع

① اللہ تعالیٰ پر توکل اور دعا کرنا:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ﴾ [آل عمران : ۱۷۳]

''ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے۔''

اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَ مَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ﴾ [الطلاق : ۳]

''اور جو کوئی اللہ پر بھروسا کرے تو وہ اسے کافی ہے۔''

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''توکل ان اسباب میں سے سب سے زیادہ قوی سبب ہے، جن کے ذریعے سے انسان ان رذائل کو ختم کرتا ہے جن کی وہ طاقت نہیں رکھتا، مثلاً ظلم وزیادتی وغیرہ۔''

توکل کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کافی ہو جاتا ہے، جسے اللہ تعالیٰ کافی ہو جائے اور اس کو بچالے تو اسے کوئی بھی نقصان نہیں پہنچا سکتا، سوائے ظاہری تکلیف کے جو کہ پہنچ کر ہی رہتی ہے، مثلاً گرمی، سردی اور بھوک و پیاس وغیرہ، لیکن دشمن اپنے مقصد و مراد کے مطابق تکلیف نہیں پہنچا سکتا۔

ظاہری تکلیف کا معاملہ مختلف ہے، کیونکہ ظاہری تکلیف ظاہراً تو تکلیف محسوس ہوتی ہے لیکن حقیقت میں حاسد اس بندے کے ساتھ احسان کر رہا ہے اور اپنے آپ کو نقصان پہنچا

رہا ہے۔ بعض سلف صالحین کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر عمل کی جزا اس کی جنس میں سے ہی رکھی ہے، لیکن جو شخص اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے، اس کی جزا یہ ہے کہ اللہ خود اس بندے کو کافی ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَ مَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ﴾ [الطلاق : ۳]

''اور جو کوئی اللہ پر بھروسا کرے تو وہ اسے کافی ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ میں اپنے اوپر توکل کرنے والوں کو اتنا اتنا اجر دوں گا، جیسے دیگر اعمال صالحہ کے بارے میں فرمایا ہے، بلکہ فرمایا: جو مجھ پر توکل کرے گا میں خود اس کو کافی ہو جاؤں گا اور میں اس کو بچا لوں گا۔

اگر بندہ اللہ تعالیٰ پر توکل کر لے اور آسمان و زمین کی تمام مخلوق اس کے خلاف تدبیریں کرتی رہے تو اللہ تعالیٰ بندے کے لیے اس سے نکلنے کی راہ ہموار کر دیتا ہے اور اس کی مدد فرماتا ہے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ﴿حَسْبُنَا اللّٰہُ وَ نِعْمَ الْوَکِیْلُ﴾ یہ کلمہ ابراہیم علیہ السلام نے اس وقت کہا تھا جب انھیں آگ میں ڈالا گیا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت کہا جب لوگوں نے کہا: ﴿اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَکُمْ فَاخْشَوْھُمْ فَزَادَھُمْ اِیْمَانًا﴾ ''بے شک لوگوں نے تمھارے لیے (فوج) جمع کر لی ہے، سو ان سے ڈرو، تو اس (بات) نے انھیں ایمان میں زیادہ کر دیا۔'' اور انھوں نے کہا: ﴿حَسْبُنَا اللّٰہُ وَ نِعْمَ الْوَکِیْلُ﴾ [بخاري، کتاب التفسیر، باب قولہ: ﴿الذین قال لھم الناس......﴾ : ۴۵۶۳]

یعنی ہم کو اللہ تعالیٰ ہر لحاظ سے کافی ہے، ظاہری تکلیف، مخفی دشمنی، حاسد کے شر اور شیطان کے گمراہ کرنے سے کوئی بھی معاملہ ہو، مومن لوگ کہتے ہیں ہمارے لیے اللہ ہی کافی ہے۔

② دل میں اللہ کا خوف پیدا کرنا:

جب بندے کے دل میں صرف اللہ کا ڈر ہو تو وہ کسی سے نہیں ڈرتا اور جو اللہ سے نہیں ڈرتا وہ سب سے ڈرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ﴾ [آل عمران: ١٢٠]

''اور اگر تم صبر کرو اور ڈرتے رہو تو ان کی خفیہ تدبیر تمھیں کچھ نقصان نہیں پہنچائے گی۔ بے شک اللہ، وہ جو کچھ کرتے ہیں اس کا احاطہ کرنے والا ہے۔''

جو کچھ وہ کرتے ہیں یقیناً اللہ تعالیٰ ان کا احاطہ کرنے والا ہے، صبر اور تقویٰ دونوں مکر و تدبیر کرنے والوں کے مکر و تدبیر کو ختم کر دیتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو فرمایا تھا:

« اِحْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظُكَ اِحْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ » [ترمذي، كتاب صفة القيامة، باب (حديث حنظلة......) : ٢٥١٦]

''تو اللہ تعالیٰ کی حفاظت کر وہ تیری حفاظت کرے گا۔ تو اللہ کی حفاظت کر تو اس کو اپنے سامنے پائے گا۔'' (یعنی اس کے اوامر و نواہی کا خیال رکھ)

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جو اللہ تعالیٰ کی حفاظت کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت کرے گا اور وہ بندہ جہاں کہیں بھی چلا جائے اللہ تعالیٰ اس کا محافظ اور نگران ہوگا اور وہ اللہ کو اپنے سامنے پائے گا، تو وہ کس سے ڈر محسوس کر سکتا ہے؟''

جب مومن بندے کو اللہ کی طرف سے کوئی مصیبت و آزمائش پہنچے اور وہ اللہ کی رضا کی خاطر صبر اور تقویٰ اختیار کرے تو حاسد انسان کا مذاق ٹھٹھا ختم ہو جائے گا، اس کا افسوس اور بڑھ جائے گا، دل ٹوٹ جائے گا اور اس کی تدبیریں ناکام ہو جائیں گی۔

③ حاسد کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنا:

حاسد کے شر سے بچنے کے لیے معوذات پڑھنی چاہییں، سیدنا عبداللہ بن خبیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« خَرَجْنَا فِيْ لَيْلَةٍ مَطِيْرَةٍ وَظُلْمَةٍ شَدِيْدَةٍ نَطْلُبُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ لَنَا، قَالَ : فَأَدْرَكْتُهُ، فَقَالَ : قُلْ فَلَمْ أَقُلْ شَيْئًا، ثُمَّ قَالَ: قُلْ، فَلَمْ أَقُلْ شَيْئًا، قَالَ: قُلْ، فَقُلْتُ، مَا أَقُوْلُ؟ قَالَ : قُلْ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ﴾ وَالْمُعَوِّذَتَيْنِ حِيْنَ تُمْسِيْ وَتُصْبِحُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ تَكْفِيْكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ﴾ [ترمذي، كتاب الدعوات، باب الدعاء عند النوم : ٣٥٧٥، و قال الألباني حسن]

''ہم ایک بارش اور سخت اندھیرے والی رات میں نکلے، ہم رسول اللہ ﷺ کو تلاش کر رہے تھے، تاکہ آپ ہمیں نماز پڑھائیں۔ چنانچہ میں آپ سے جا ملا، تو آپ نے فرمایا: ''کہو۔'' میں نے کچھ نہ کہا، آپ نے پھر فرمایا: ''کہو۔'' تو میں نے کچھ نہ کہا۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا: ''کہو۔'' میں نے کہا: میں کیا کہوں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ﴾ اور ''مُعَوِّذَتَيْنِ'' صبح و شام تین مرتبہ کہہ، یہ تجھے ہر چیز سے کافی ہو جائیں گی۔''

حاسد کے شر سے بچنے کے لیے اللہ کی طرف رجوع اور کتاب و سنت سے بڑھ کر اور کوئی مضبوط قلعہ نہیں ہے۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ سورۂ فلق کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ''یہ سورت حسد کی دواؤں میں سے سب سے اعلیٰ دوا ہے، اس سے اللہ تعالیٰ پر توکل، اس کی طرف گریہ و زاری اور حاسد کے شر سے پناہ مانگنا حاصل ہوتا ہے۔ جو شخص یہ سورت پڑھے گا وہ نعمتیں عطا کرنے والے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرے گا، گویا وہ یہ کہے گا: ''اے وہ ذات جس نے مجھے نعمتیں عطا کی ہیں! میں ہر اس انسان سے تیری پناہ میں آتا ہوں جو تیری عطا کردہ نعمتیں مجھ سے چھیننا چاہے۔'' وہ ذات ہر اس انسان کو کافی ہو جاتی ہے جو اس پر توکل کرتا ہے اور اس کی طرف گریہ وزاری کرتا ہے اور وہی پناہ طلب کرنے والے کو پناہ دیتا ہے اور وہ بہت اچھا کارساز اور مددگار ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ سے دوستی لگا لے، اسی سے مدد طلب کرے اور اسی پر بھروسا

کرے اور ہر طرف سے اعراض کر کے اسی کی طرف متوجہ ہو جائے تو وہ اس کا والی بن جاتا ہے، اس کی حفاظت کرتا ہے، اس کی نگہبانی کرتا ہے اور اسے ہر چیز سے بچاتا ہے اور جو اس سے ڈر جائے اور تقویٰ اختیار کرے تو وہ اسے ہر چیز سے امن دلاتا ہے اور جن نفع والی چیزوں کی اس کو ضرورت ہوتی ہے وہ اس کو مہیا کرتا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

﴿وَ مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۙ وَّ يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَ مَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ﴾ [الطلاق : ۲،۳]

''اور جو اللہ سے ڈرے گا وہ اس کے لیے نکلنے کا کوئی راستہ بنا دے گا۔ اور اسے رزق دے گا جہاں سے وہ گمان نہیں کرتا اور جو کوئی اللہ پر بھروسا کرے تو وہ اسے کافی ہے۔''

اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا تو اللہ اس انسان کو ہر چیز سے ڈراتا ہے اور جو انسان اللہ کے علاوہ سے ڈرتا ہے تو اس کا اللہ تعالیٰ کے بارے میں خوف کم ہو جاتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝ اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَ الَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ﴾ [النحل : ۹۸ تا ۱۰۰]

''پس جب تو قرآن پڑھے تو مردود شیطان سے اللہ کی پناہ طلب کر۔ بے شک حقیقت یہ ہے کہ اس کا ان لوگوں پر کوئی غلبہ نہیں جو ایمان لائے اور صرف اپنے رب پر بھروسا رکھتے ہیں۔ اس کا غلبہ تو صرف ان لوگوں پر ہے جو اس سے دوستی رکھتے ہیں اور جو اس کی وجہ سے شریک بنانے والے ہیں۔''

دوسری جگہ فرمایا:

﴿اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ ۪ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَ خَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ [آل عمران : ۱۷۵]

”یہ تو شیطان ہی ہے جو اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے، تو تم ان سے مت ڈرو اور مجھ سے ڈرو، اگر تم مومن ہو۔“

یعنی شیطان تمھارے دلوں میں اپنے دوستوں کی تعظیم بٹھاتا ہے اور ان سے ڈراتا ہے لہٰذا تم ان سے نہ ڈرو بلکہ صرف مجھ سے ڈرو، میں تمھیں ان سے کافی ہو جاؤں گا۔

④ حاسد انسان کو نعمت کی خبر نہ دی جائے:

یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام سے کہا تھا:

﴿يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰۤى اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ﴾ [يوسف : ٥]

”اے میرے چھوٹے بیٹے! اپنا خواب اپنے بھائیوں سے بیان نہ کرنا، ورنہ وہ تیرے لیے تدبیر کریں گے، کوئی بری تدبیر۔ بے شک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔“

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بھی ہے کہ جس کو اچھا خواب آئے، وہ صرف اسی انسان کو بتائے جس سے وہ محبت کرتا ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« اَلرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ مِنَ اللّٰهِ فَإِذَا رَأٰى أَحَدُكُمْ مَا يُحِبُّ فَلَا يُحَدِّثُ بِهَا إِلَّا مَنْ يُحِبُّ » [مسلم، كتاب الرؤيا، باب في كون الرؤيا من الله...... : ٢٢٦١/٤]

”اچھے خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ تو جب تم میں سے کوئی ایک ایسا (خواب) دیکھے جو اسے پسند ہو تو وہ کسی سے بیان نہ کرے سوائے اس کے جس سے وہ محبت کرتا ہو۔“

اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر وہ ایسے انسان کو بتائے گا جس سے یہ محبت نہیں رکھتا تو وہ حسد یا بغض کی وجہ سے اس کی ناپسندیدہ تعبیر کرے گا اور پھر وہ خواب اسی طرح واقع ہو جائے گا۔ حاسدین سے اپنا خواب بیان نہیں کرنا چاہیے، تاکہ ان کی طرف سے واقع ہونے والے شر کا دروازہ بند ہو جائے۔

⑤ حاسد انسان کے بارے میں سوچ بچار سے اجتناب کرنا:

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''کہ حاسد کے بارے میں دل سے بالکل خیال مٹا دینا چاہیے اور جب بھی خیال آئے تو اس پر توجہ نہیں دینی چاہیے، نہ اس سے ڈرنا چاہیے اور نہ ہی فکرمند ہونا چاہیے۔ یہ سب سے زیادہ نفع بخش چیز ہے اور اس کے شر کو ختم کرنے کے اسباب میں سب سے زیادہ قوی سبب ہے۔ اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کوئی انسان اپنے دشمن کو بلائے تاکہ پکڑ کر اس کو سزا دے، تو اگر یہ بھاگ جائے اور اس کے قریب نہ آئے تو دونوں ایک دوسرے کے شر سے بچ جائیں گے۔

ایسے ہی روحوں کا معاملہ ہے، یہ ایک دوسری کے بارے میں تدبیریں کرتی رہتی ہیں۔ حاسد اور باغی انسان کی روح جاگتے اور سوتے ہوئے ہر حالت میں حسد کی تمنا میں ہوتی ہے۔ اگر انسان اپنی روح کی سوچ کو قابو میں کر لے اور دل میں آنے والے خیالات کو مٹا دے تو حاسد انسان اپنے آپ کو ہی کاٹ کھائے گا، کیونکہ حسد آگ کی طرح ہے، جب اس کو جلانے کو کچھ نہ ملے تو وہ اپنے آپ کو جلاتی ہے۔

حاسد کے شر سے بچنے کے لیے یہ بہت ہی نفع بخش اور آسان طریقہ ہے جو صرف معزز نفوس، بلند ارادے والوں اور ذہین وفطین لوگوں کو عطا ہوتا ہے، پھر وہ اس کی مٹھاس اور عمدگی محسوس کرتا ہے اور اپنے دشمن کے ساتھ مشغول ہونے کو اپنے دل اور روح کا سب سے بڑا عذاب سمجھتا ہے اور اس کو اپنی روح کے لیے سب سے زیادہ تکلیف دہ محسوس کرتا ہے۔ ان چیزوں کو صرف وہی لوگ محسوس کرتے ہیں جو مطمئن ہوتے ہیں، نرم گوشہ رکھتے ہیں اور اللہ کو اپنا کارساز بنانے پر راضی ہیں اور انھیں معلوم ہے کہ ہم اپنے بارے میں اتنی بہتر مدد نہیں کر سکتے جتنی اللہ تعالیٰ کی مدد ہمارے لیے بہتر ثابت ہوگی۔ تو وہ اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی یاد میں ہی سکون محسوس کرتے اور مطمئن ہوتے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ اس کی حفاظت برحق ہے اور اس کا وعدہ سچا ہے، اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی وعدہ پورا کرنے والا نہیں ہے، اس سے بڑھ کر کوئی سچا نہیں ہے اور اس کی مدد سب سے

زیادہ قوی، ثابت شدہ اور ہمیشہ رہنے والی ہے اور سب سے زیادہ فائدہ مند ہے، حتیٰ کہ اپنے آپ سے بھی زیادہ فائدے مند مدداللہ کی مدد ہوتی ہے۔

⑥ اللہ کے لیے مخلص ہو جانا:

انسان کو چاہیے کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ سے محبت کرے اور اسی کی رضا مندی کے لیے عمل کرے اور دل میں پیدا ہونے والے خیالات کی صورت میں اسی کی طرف رجوع کرے، اپنی خواہشات، تمناؤں، آرزوؤں اور خیالات کو آہستہ آہستہ اللہ تعالیٰ کے تابع کرے، پھر اپنے آپ کو کلی طور پر اللہ تعالیٰ کے تابع کر دے۔ اپنی خواہشات اور امیدوں کو اللہ تعالیٰ کی محبت اور تقرب میں کھو دینا چاہیے اور اسی کے ذکر میں ہر وقت مصروف رہنا چاہیے، جس طرح ایک کامل محبت کرنے والا اپنے محبوب اور محسن کی محبت کا تذکرہ کرتا ہے۔ وہ محبوب اور محسن جس کی محبت میں یہ انسان بالکل کھو گیا ہو، جس کے تذکرے سے پھرنے اور ہٹنے کی اس میں بالکل طاقت نہ ہو اور اس کی محبت سے اس کی روح پھر ہی نہ سکے، جب یہ حالت ہوگی تو کس طرح انسان اپنے لیے پسند کرے گا کہ وہ اپنی سوچوں اور افکار کو حاسد اور باغی انسان کی طرف صرف کرے اور اس سے انتقام لینے اور اس کے خلاف تدبیریں کرنے کی کوشش کرے؟ ایسا کام وہی شخص کرتا ہے جس کا دل مختلف رذیل بیماریوں سے اٹا پڑا ہو اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور تعظیم نہ ہو اور نہ ہی اس کی رضا مندی مقصود ہو۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ابلیس کی اس بات کا تذکرہ کیا ہے جو اس نے بنی نوع انسان سے حسد کرتے ہوئے کہی تھی، فرمایا:

﴿قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ۝ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ﴾

[صٓ : ۸۲، ۸۳]

"(ابلیس نے) کہا تو قسم ہے تیری عزت کی! کہ میں ضرور بالضرور ان سب کو گمراہ کر دوں گا۔ مگر ان میں سے تیرے وہ بندے جو چنے ہوئے ہیں۔"

اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا:

﴿إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ إِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغَاوِينَ﴾

[الحجر : ٤٢]

''بے شک میرے بندے، تیرا ان پر کوئی غلبہ نہیں، مگر جو گمراہوں میں سے تیرے پیچھے چلے۔''

اور فرمایا:

﴿إِنَّهُ لَيْسَ لَهُ سُلْطَانٌ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۝ إِنَّمَا سُلْطَانُهُ عَلَى الَّذِينَ يَتَوَلَّوْنَهُ وَالَّذِينَ هُم بِهِ مُشْرِكُونَ﴾ [النحل : ٩٩، ١٠٠]

''بے شک حقیقت یہ ہے کہ اس کا ان لوگوں پر کوئی غلبہ نہیں جو ایمان لائے اور صرف اپنے رب پر بھروسا رکھتے ہیں۔ اس کا غلبہ تو صرف ان لوگوں پر ہے جو اس سے دوستی رکھتے ہیں اور جو اس کی وجہ سے شریک بنانے والے ہیں۔''

اور یوسف علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

﴿كَذَٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوءَ وَالْفَحْشَاءَ ۚ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِينَ﴾

[یوسف : ٢٤]

''اسی طرح ہوا، تاکہ ہم اس سے برائی اور بے حیائی کو ہٹا دیں۔ بے شک وہ ہمارے خالص کیے ہوئے بندوں سے تھا۔''

جو شخص اس مضبوط قلعے میں داخل ہو جائے وہ کس قدر عظیم سعادت مند ہے؟ کیونکہ وہ ایسے مضبوط قلعے کی طرف پناہ طلب کر رہا ہے جس کو اگر کوئی اپنا قلعہ بنا لے تو اسے کسی قسم کا خوف نہیں ہوتا اور نہ ہی ضائع ہونے کا خطرہ ہوتا ہے اور دشمن کو اس کے قریب آنے کی امید بھی نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ﴾

[الحدید : ٢١]

''یہ اللہ کا فضل ہے، وہ اسے اس کو دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے۔''

⑦ حاسد کے حسد پر صبر کرنا:

حاسد کے حسد کو ختم کرنے کے بیان میں امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اپنے دشمن پر صبر کرنا چاہیے اور اس سے جھگڑنا نہیں چاہیے اور نہ اس کا شکوہ کسی کے آگے کرنا چاہیے اور اس کی تکلیفوں کے بارے میں اپنے آپ سے بھی کوئی بات نہیں کرنی چاہیے۔''

حاسد کے خلاف سب سے مؤثر ہتھیار صبر اور توکل علی اللہ ہے۔ حاسد جب بھی کسی کے خلاف سازش کرے گا تو اس کی یہ سازش خود اس کے اپنے خلاف ایک قوت ہے اور وہ اپنے آپ سے لڑائی کرتا ہے اور اس کو معلوم بھی نہیں ہوتا کہ اس کا یہ حسد اور ظلم کرنا اس تیر پھینکنے کی طرح ہے جو کوئی اپنے نفس کی طرف پھینکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَ مَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِهٖ ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ﴾

[الحج : ٦٠]

''اور جو شخص اس کی مثل بدلا لے جو اسے تکلیف دی گئی، پھر اس پر زیادتی کی جائے تو اللہ ضرور ہی اس کی مدد کرے گا۔''

جو شخص اپنا پورا پورا حق لے رہا ہے تو اس کی مدد کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لیا ہے جو اپنا پورا بدلا بھی نہ لے اور اس پر زیادتی کی جائے اور وہ صبر کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی مدد بالاولیٰ کریں گے۔ جن گناہوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بہت جلدی سزا دیتے ہیں ان میں ظلم وزیادتی اور قطع رحمی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ اگر ایک پہاڑ بھی دوسرے پہاڑ پر ظلم وزیادتی کرے تو اللہ تعالیٰ اس زیادتی کرنے والے کو ریزہ ریزہ کر دیں۔

⑧ حاسد پر احسان کرنا:

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یہ کام انسان کے لیے سب سے زیادہ سخت اور مشکل ہے، اس کی توفیق تو سعادت مند کو ہی ملتی ہے۔ ایسا کرنے سے باغی اور حاسد کی آگ بجھ جاتی ہے۔'' حاسد انسان جس قدر حسد، ظلم و زیادتی، شر اور تکلیف دینے میں بڑھتا جائے اسی قدر اس پر شفقت، احسان اور خیر خواہی کی جائے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ لَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَ لَا السَّیِّئَةُ ۚ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَ بَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ۞ وَ مَا یُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا ۚ وَ مَا یُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ ۞ وَ اِمَّا یَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ﴾ [حمٓ السجدة : ٣٤ تا ٣٦]

''اور نہ نیکی برابر ہوتی ہے اور نہ برائی۔ (برائی کو) اس (طریقے) کے ساتھ ہٹا جو سب سے اچھا ہے، تو اچانک وہ شخص کہ تیرے درمیان اور اس کے درمیان دشمنی ہے، ایسا ہوگا جیسے وہ دلی دوست ہے۔ اور یہ چیز نہیں دی جاتی مگر انھی کو جو صبر کریں اور یہ نہیں دی جاتی مگر اسی کو جو بہت بڑے نصیب والا ہے۔ اور اگر کبھی شیطان کی طرف سے کوئی اکساہٹ تجھے ابھار ہی دے تو اللہ کی پناہ طلب کر، بلاشبہ وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔''

اور فرمایا:

﴿اُولٰٓىِٕكَ یُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَیْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَ یَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّیِّئَةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ﴾ [القصص : ٥٤]

''یہ لوگ ہیں جنھیں ان کا اجر دوہرا دیا جائے گا، اس کے بدلے کہ انھوں نے صبر کیا اور وہ بھلائی کے ساتھ برائی کو ہٹاتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انھیں دیا اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔''

نبی ﷺ کو جب آپ کی قوم نے مارا، حتیٰ کہ آپ ﷺ کے جسم سے خون جاری ہوگیا،

تو آپ ﷺ اپنے چہرے سے خون صاف کرتے ہوئے یہ فرمارہے تھے:

« اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِيْ فَإِنَّهُمْ لَايَعْلَمُوْنَ » [بخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب: ٣٤٧٧]

''اے اللہ! میری قوم کو معاف فرما، بے شک وہ نہیں جانتے۔''

آپ ﷺ کے ساتھ کس قدر برا سلوک کیا گیا، لیکن آپ نے بدلے میں کتنا احسان کیا اور ان کے برے سلوک کے بدلے میں ان کے لیے بخشش کی دعا کی۔

① آپ نے ان کو معاف کر دیا۔

② ان کے لیے بخشش کی دعا کی۔

③ ان کی طرف سے عذر پیش کیا کہ وہ جانتے نہیں ہیں۔

④ ان کے ساتھ نرمی والا پہلو اختیار کیا۔ وہ اس طرح کہ ان کو اپنی طرف نسبت کرتے ہوئے کہا کہ یہ میری قوم ہے، جیسے آدمی فون پر کسی کی سفارش کرتے ہوئے کہتا ہے یہ میرا بیٹا ہے، یہ میرا خادم ہے، یہ میرا دوست ہے، اس کو کچھ عنایت فرما دو۔

اگر کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر بیٹھتا ہے، پھر وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب وعقاب سے ڈرتا ہے اور اس سے معافی کی امید رکھتا ہے کہ وہ اسے معاف فرما کر اپنی نعمتوں سے نواز دے گا، تو وہ مالک بندے کے گناہ گار ہونے کے باوجود صرف معاف ہی نہیں کرتا بلکہ وہ اسے معاف فرماتا ہے اور چشم پوشی کر کے نعمتوں سے بھی نوازتا ہے۔ جب بندہ اللہ تعالیٰ سے معافی کی امید رکھتا ہے تو اسے چاہیے کہ اس کی مخلوق کے ساتھ بھی یہی رویہ اختیار کرے۔ برائی کے بدلے میں اچھائی کرے، تاکہ خالق بھی آپ کے ساتھ یہی معاملہ کرے، کیونکہ ہر عمل کی جزا اسی کی جنس سے ملتی ہے۔ اگر آپ لوگوں کو برے سلوک کے بدلے میں اچھے سلوک سے بدلا دیں گے تو آپ کا مالک بھی آپ کے ساتھ ایسے ہی اچھا سلوک کرے گا اور اچھا بدلا دے گا۔

اس بحث کے بعد اب آپ پر منحصر ہے کہ آپ لوگوں سے انتقام لیں یا انھیں معاف

کریں۔ آپ جیسا رویہ اور سلوک لوگوں سے روا رکھیں گے، ویسا ہی پروردگار آپ سے روا رکھے گا۔ جو شخص اس مفہوم کو سمجھ لے اور خود کو اس میں مشغول کر دے تو اس کے لیے ان لوگوں پر احسان کرنا آسان ہو جائے گا جو اس سے برا سلوک کریں۔ اس سے انسان کو اللہ تعالیٰ کی مدد اور خاص معیت [1] بھی حاصل ہو جائے گی، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے اس شخص سے فرمایا تھا جس نے شکوہ کیا تھا کہ میں اپنے رشتہ داروں سے حسنِ سلوک سے پیش آتا ہوں اور وہ مجھ سے برا سلوک کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

« لَا يَزَالُ مَعَكَ مِنَ اللّٰهِ ظَهِيرٌ عَلَيْهِمْ مَا دُمْتَ عَلٰى ذٰلِكَ »

[مسلم، كتاب البر والصلة، باب صلة الرحم...... : ٢٥٥٨]

''اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک مددگار تیرے ساتھ ہمیشہ رہے گا، جب تک تو اس حالت میں رہے گا۔''

اس احسان کا فوری نتیجہ اور فائدہ یہ ہوتا ہے کہ لوگ اس کے گن گاتے ہیں، ان کے دلوں میں اس کا مقام بن جاتا ہے۔ لوگوں کو جیسے ہی پتا چلتا ہے کہ فلاں نے اس کے ساتھ ظلم و زیادتی کی مگر اس نے اسے معاف کر دیا اور اس پر احسان بھی کیا تو وہ اس کی طرف

---

[1] معیت کی دو قسمیں ہیں: ① معیت عامہ ② معیت خاصہ۔

① معیت عامہ: جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے: ﴿ مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَ لَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَ لَاۤ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَ لَاۤ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴾ [المجادلة : ٧] ''کوئی تین آدمیوں کی کوئی سرگوشی نہیں ہوتی مگر وہ ان کا چوتھا ہوتا ہے اور نہ کوئی پانچ آدمیوں کی مگر وہ ان کا چھٹا ہوتا ہے اور نہ اس سے کم ہوتے ہیں اور نہ زیادہ مگر وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے، جہاں بھی ہوں، پھر وہ انھیں قیامت کے دن بتائے گا جو کچھ انھوں نے کیا۔ یقیناً اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔''

② معیت خاصہ: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّ الَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ﴾ [النحل : ١٢٨] ''بے شک اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو ڈر گئے اور ان لوگوں کے جو نیکی کرنے والے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴾ [البقرة : ١٥٣] ''بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ﴾ [التوبة : ٤٠] ''غم نہ کر، بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔''

مائل ہو جاتے ہیں، اس سے محبت کرتے ہیں اور اس کے لیے دعا کرتے ہیں۔ یہ فطرتی بات ہے، اس طریقے سے انسان اپنے لیے ایسا لشکر تیار کر لیتا ہے جسے وہ جانتا تک نہیں ہوتا اور وہ اس سے بہت سی امیدیں وابستہ کیے ہوتے ہیں۔

دوسری طرف دشمن و حاسد اور ظالم یا تو اس احسان کی بنا پر گویا اس کا غلام ہی بن جائے گا اور اس سے محبت کرنے لگے گا، یا وہ اپنی برائی پر قائم رہے گا اور اپنا ہی نقصان کرے گا۔ انتقام کے ذریعے سے محسن کو وہ نتائج نہیں مل سکتے جو احسان کی صورت میں اسے حاصل ہو جاتے ہیں۔ جو اس بات کا تجربہ کر کے دیکھے وہی اس حقیقت کو پہچان سکتا ہے۔

اگر کسی شخص کو اللہ تعالیٰ نے مال و دولت سے نوازا ہو اور اسے اولاد جیسی نعمت بھی عطا کی ہو اور اس کا ہمسایہ تنگ دست ہو تو اسے چاہیے کہ اپنے ہمسائے کے ساتھ احسان کرے۔ جب کوئی محتاج و تنگ دست آدمی اپنے خوش حال ہمسائے اور اس کے بچوں کی پر تعیش زندگی کو دیکھتا ہے کہ وہ انواع و اقسام کے کھانے کھاتے اور عمدہ سے عمدہ لباس پہنتے ہیں، اس کے برعکس وہ اپنے حالات کو اور اپنے بچوں کی حالت زار کو دیکھتا ہے تو یہ محتاج ان مراتب کے فرق کی وجہ سے حسد کا شکار ہو جاتا ہے۔ اگر صاحب ثروت آدمی اپنے ہمسائے کے لیے صدقہ کرے اور اس کی عزت و تکریم کرے تو کوئی شک نہیں کہ یہ فقیر و تنگ دست اس آسان حال کے لیے اپنے دل میں جذبۂ تشکر رکھے گا اور اس کے لیے دعا گو رہے گا۔ اس طرح شریعت اسلامیہ کا مطلوب مثالی معاشرہ بھی قائم ہوگا اور اس طرح اکرام و تکریم اور احسان کے ذریعے سے پیشگی حاسد کے حسد اور اس کے شر سے بچا جا سکتا ہے۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مصائب و آلام، نظر بد اور حسد کی شر انگیزی سے بچاؤ میں صدقہ و احسان کی تاثیر بھی عجیب ہے، اس سلسلے میں قدیم و جدید لوگوں کے تجربات کے علاوہ اور کچھ نہ بھی ہوتا تو یہی کافی تھا۔ اس طریقے سے احسان اور صدقہ کرنے والا نظر بد اور حسد کی ایذا رسانیوں سے بچ جاتا ہے اور اپنے لطف و کرم کی وجہ سے اچھا نتیجہ پاتا ہے کہ اللہ کی جانب سے اس کا

دفاع ہوتا رہتا ہے۔ لہٰذا اللہ کا شکر اس کی نعمتوں کے زوال کی راہ میں رکاوٹ ہوتا ہے، حسد کی آگ اس وقت تک نہیں بجھتی اور حاسد کا دل تب تک پرسکون نہیں ہوتا جب تک وہ دوسرے شخص پر اللہ کے انعامات کو زوال پذیر ہوتا نہ دیکھ لے۔ اگر بندہ اپنی نعمتوں کو زوال پذیر ہونے سے بچانا چاہتا ہے تو اسے شکر گزاری نہیں چھوڑنی چاہیے، اللہ کی معصیت سے بچنا چاہیے، صدقہ کرتے رہنا چاہیے اور کفرانِ نعمت سے باز رہنا چاہیے۔

احسان اور صدقہ کرنے والے کی جانب سے ایک (ان دیکھا) لشکر اس کی بے خبری میں اس کا دفاع کرتا ہے (جبکہ یہ بے پروا ہو کر اپنی زندگی گزار رہا ہوتا ہے) اور جس نے اپنا کوئی لشکر تیار نہ کیا ہو اس کا دشمن اس پر کسی بھی وقت غالب آسکتا ہے۔"

⑨ توبہ کی عادت:

حسد کے شر سے بچنے اور اس کو ختم کرنے کے لیے توبہ اور رجوع الی اللہ بہترین ذریعہ ہے۔ امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ایسے گناہ جن کی وجہ سے دشمن مسلط ہو جائے، ان گناہوں سے توبہ و استغفار کرنی چاہیے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ مَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ﴾ [الشوریٰ: ۳۰]

"اور جو بھی تمھیں کوئی مصیبت پہنچی تو وہ اس کی وجہ سے ہے جو تمھارے ہاتھوں نے کمایا۔"

مخلوقات میں سب سے بہترین لوگوں کے بارے میں فرمایا:

﴿اَوَ لَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا ۙ قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا ۭ قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ﴾ [آل عمران: ۱٦۵]

"اور کیا جب تمھیں ایک مصیبت پہنچی کہ یقیناً اس سے دگنی تم پہنچا چکے تھے تو تم نے کہا یہ کیسے ہوا؟ کہہ دے یہ تمھاری اپنی طرف سے ہے۔"

بندے کو جب بھی کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اس کے کسی گناہ کا نتیجہ ہوتی ہے، خواہ وہ گناہ اسے یاد ہو یا نہ ہو۔ جو گناہ اسے یاد ہوتے ہیں وہ ان گناہوں کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہوتے ہیں جو وہ بھول چکا ہوتا ہے، جیسا کہ ایک دعا میں بھی ہے:

«اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُبِكَ أَنْ أُشْرِكَ بِكَ وَ أَنَا أَعْلَمُ وَ أَسْتَغْفِرُكَ لِمَا لَا أَعْلَمُ»

''اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ میں جانتے ہوئے تیرے ساتھ کسی کو شریک بناؤں اور اس (شرک) سے تیری بخشش مانگتا ہوں جو میں نہیں جانتا۔''

لاعلمی اور بے خبری میں ہونے والے گناہوں کی معافی مانگنے کی ضرورت ان گناہوں کی معافی سے کہیں زیادہ ہے جو انسان کو معلوم ہوتے ہیں۔

سلف صالحین میں سے کسی آدمی کو ایک شخص ملا، اس نے اس کے ساتھ برا سلوک کیا۔ وہ آدمی کہنے لگا: ''یہیں رکو، میں ابھی گھر سے ہو کر آیا۔'' وہ گھر گیا، اللہ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوا اور توبہ تائب ہو کر دوبارہ اس کے پاس آیا۔ وہ کہنے لگا: ''کس کام کے لیے گئے تھے؟'' اس نے بتایا: ''ان گناہوں سے توبہ کر کے آیا ہوں جن کا عذاب تمھاری صورت میں اللہ نے مجھ پر مسلط کیا تھا۔''

دنیا میں بندے پر آنے والی مصیبتوں کی اہم وجہ بندے کے گناہ ہیں۔ جب آدمی اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی معافی مانگ لے تو پھر اسے اذیت نہیں پہنچائی جا سکتی اور دشمن اس پر مسلط نہیں ہو سکتا، لہٰذا سب سے بہترین ہتھیار توبۃ النصوح یعنی سچی اور کھری توبہ ہے۔ توبہ کی توفیق کا مل جانا، بندے کے لیے کامیابی کی علامت ہے اور اس طرح بندے کی فکر و نظر درست ہو جاتی ہے۔ اسے اپنے گناہ اور عیوب نظر آنا شروع ہو جاتے ہیں اور وہ ان کی اصلاح کی فکر میں مصروف ہو جاتا ہے۔ پھر اس کے پاس وقت ہی نہیں ہوتا کہ وہ اپنے مصائب و آلام کے بارے میں سوچتا رہے، بلکہ وہ اپنے عیوب کی اصلاح میں لگ جاتا ہے

اور اللہ اس کی مدد و حفاظت اور اس کا دفاع کرنے لگتے ہیں۔ وہ نازل ہونے والی مصیبت کی وجہ سے کتنا اچھا نتیجہ حاصل کر لیتا ہے، مگر یہ سب صرف اللہ تعالیٰ کی توفیق اور رشد و ہدایت کی بدولت ہی حاصل ہوتا ہے۔

⑩ نظر بد کے اثرات سے بچنے کا علاج:

نظر بد اور حسد کے برے اثرات سے بچنے کا ایک علاج یہ ہے کہ حاسد یا جس کی نظر لگی ہو اس کے غسل کا پانی محسود (جسے نظر لگی ہے) کے اوپر انڈیل دیا جائے، صحیح مسلم میں ہے، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

« اَلْعَيْنُ حَقٌّ وَلَوْ كَانَ شَيْءٌ سَابَقَ الْقَدَرَ سَبَقَتْهُ الْعَيْنُ وَ إِذَا اسْتُغْسِلْتُمْ فَاغْسِلُوْا » [مسلم، كتاب السلام، باب الطب والمرض والرقى : ٢١٨٨]

''نظر کا لگ جانا حقیقت ہے۔ اگر تقدیر سے کوئی چیز آگے بڑھ سکتی ہوتی تو نظر اس (تقدیر) سے آگے بڑھ جاتی اور جب تمھیں غسل کرنے کا کہا جائے تو غسل کر لیا کرو۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جس کی نظر لگی ہوتی تھی اسے کہا جاتا تھا کہ وضو کرو اور پھر (اس کے وضو کے) پانی سے اسے غسل دیا جاتا جسے نظر لگی ہوتی۔

عامر بن ربیعہ کا واقعہ اس سے پہلے ذکر کر دیا گیا ہے، اس میں بھی ہے کہ انھوں نے اپنے اعضاء دھو کر پانی برتن میں دیا اور اسے سہل پر انڈیل دیا گیا، تو وہ اس طرح ٹھیک ہو گئے جیسے انھیں کچھ ہوا ہی نہیں تھا۔ [دیکھیے المعجم الكبير للطبراني : ٥٤٤٣]

⑪ دم کرنا:

ازالہ حسد اور حسد کے برے اثرات سے محفوظ رہنے کا ایک طریقہ دم بھی ہے۔ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جبریل امین علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور پوچھا:

''اے محمد (ﷺ)! آپ بیمار ہیں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں۔'' تو انھوں نے یہ دم کیا:

« بِاسْمِ اللّٰهِ أَرْقِيْكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيْكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ أَوْ عَيْنِ حَاسِدٍ، اَللّٰهُ يَشْفِيْكَ بِاسْمِ اللّٰهِ أَرْقِيْكَ » [مسلم، كتاب السلام، باب الطب والمرض والرقي : ٢١٨٦]

''اللہ کے نام کے ساتھ میں آپ کو دم کرتا ہوں ہر اس چیز سے جو آپ کو اذیت دے، ہر نفس کے شر سے یا حاسد کی آنکھ سے۔ اللہ آپ کو شفا دے، اللہ کے نام کے ساتھ میں آپ کو دم کرتا ہوں۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ بیمار ہوتے ہو تو جبرائیل علیہ السلام آپ ﷺ کو دم کرتے تھے اور یہ پڑھتے تھے:

« بِاسْمِ اللّٰهِ يُبْرِيْكَ وَمِنْ كُلِّ دَاءٍ يَشْفِيْكَ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ وَشَرِّ كُلِّ ذِيْ عَيْنٍ » [مسلم، كتاب السلام، باب الطب والمرض والرقي : ٢١٨٦]

''اللہ کے نام سے، وہ آپ کو برکت دے اور ہر بیماری سے شفا دے۔ اور حسد کرنے والے شر سے (بچائے) جب وہ حسد کرے اور ہر (بری) آنکھ والے کے شر سے (بچائے)۔''

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سیدنا حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو دم کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے:

« إِنَّ أَبَاكُمَا كَانَ يُعَوِّذُ بِهَا إِسْمَاعِيْلَ وَ إِسْحَاقَ، أَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ ، وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ »
[بخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، بابٌ : ٣٣٧١]

''بلاشبہ تمھارا باپ (ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹوں) اسماعیل اور اسحاق علیہما السلام کو ان کلمات کے ساتھ دم کیا کرتے تھے: ''میں اللہ کے کلمات تامہ کے ذریعے سے ہر شیطان،

ہر زہریلے جانور اور لگنے والی آنکھ سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔"

⑫ توحید پر پختہ یقین:

حسد اور اس کے اثرات سے محفوظ رہنے میں سب سے اہم کردار توحید اور اللہ کی وحدانیت پر ایمانِ واثق کا ہے۔ امام ابن قیم رحمہ اللہ نے محسود سے حسد کو دور کرنے والے اسباب میں سے فیصلہ کن سبب توحید کو قرار دیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

"توحید ہر چیز کا جامع ہے اور دیگر اسباب کا دار و مدار اس پر ہے، کیونکہ تمام کے تمام اسباب درحقیقت اللہ کے ہاتھ میں ہیں، جیسے ہوا کی حرکت ہو۔ ظاہری بات ہے، یہ اللہ کے ہاتھ میں ہے کہ وہ جب چاہے جہاں چاہے جدھر چاہے جتنا چاہے جسے چاہے برکت دے، یہ کسی کو اس کی اجازت کے بغیر نفع و نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ اللہ ہی ہے جو اس کے ذریعے سے بندے پر احسان کرتا ہے اور وہی اس کو پھیرتا ہے، اس میں اس کا کوئی شریک نہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ اِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ۚ وَ اِنْ یُّرِدْكَ بِخَیْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ﴾ [يونس : ١٠٧]

"اور اگر اللہ تجھے کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا اسے کوئی دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ تیرے ساتھ کسی بھلائی کا ارادہ کرلے تو کوئی اس کے فضل کو ہٹانے والا نہیں۔"

« وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلَى أَنْ يَنْفَعُوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ، وَلَوِ اجْتَمَعُوا عَلَى أَنْ يَضُرُّوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ » [ترمذي، كتاب صفة القيامة، باب حديث حنظلة...... : ٢٥١٦]

"اور جان لے کہ بے شک اگر سارے لوگ جمع ہو جائیں کہ تجھے کسی چیز کا فائدہ پہنچائیں تو اس چیز کے سوا نہیں پہنچا سکیں گے جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے لکھ دی

ہے اور اگر وہ سب جمع ہو جائیں کہ تجھے کسی چیز کا نقصان پہنچائیں تو اس کے سوا تجھے نقصان نہیں پہنچا سکیں گے جو اللہ تعالیٰ نے تم پر لکھ دی ہے۔‘‘

جب انسان توحید سے وابستہ ہو جاتا ہے تو اس کے دل سے اللہ کے سوا سارے خوف ختم ہو جاتے ہیں اور اسے دشمن کا کچھ بھی خوف نہیں رہتا، وہ اس سے پر امن رہتا ہے۔ اس کے دل میں دشمن کی فکر اور سوچ گھر نہیں کرتی، بلکہ وہ اپنے دل کو اللہ کی محبت و انابت اور خشیت و توکل سے معمور کر لیتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ دشمن کے بارے میں سوچ بچار اور اس کا خوف دراصل توحید میں کمی کی وجہ سے ہے، حفظ و امان اور دفاع تو اللہ ہی کرتا ہے جیسا کہ فرمایا:

﴿إِنَّ اللَّهَ يُدَافِعُ عَنِ الَّذِينَ آمَنُوا﴾ [الحج : ۳۸]

’’بے شک اللہ ان لوگوں کی طرف سے دفاع کرتا ہے جو ایمان لائے۔‘‘

اگر وہ واقعی اللہ پر ایمان رکھتا ہے تو اللہ ضرور اس کا دفاع کرتا ہے اور جیسا ایمان کا درجہ ہوتا ہے دفاع بھی اسی حیثیت سے ہوتا ہے، اگر ایمان مکمل ہے تو دفاع بھی مکمل طور پر ہوگا اور اگر ایمان میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے تو یہی صورت حال دفاع میں ہوگی۔

بعض بزرگوں کا کہنا ہے کہ جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے، دنیا کی ہر چیز اس سے ڈرتی ہے اور جو اللہ سے نہیں ڈرتا، اللہ اسے ہر چیز سے ڈراتا ہے۔

یہ ایسے اسباب ہیں جن کے ذریعے سے حاسد کے شر سے اور نظر بد اور جادو سے بچاؤ حاصل کیا جا سکتا ہے اور ان میں سب سے زیادہ کار آمد ذریعہ توبہ اور اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ آنا ہے، اس پر توکل کرنا اور اس کے علاوہ کسی کا خوف دل میں نہ رکھنا۔ ڈر ہو تو بس اسی کا، امید ہو تو بس اسی سے، اس کا در چھوڑ کر کسی اور سے امید وابستہ نہ کی جائے، تعلق و خاطر کسی اور سے مستحکم نہ کیا جائے۔ جب اس کے علاوہ کسی اور سے دل جوڑ لیا جائے، کسی اور سے امیدیں وابستہ کر لی جائیں، کسی اور کا خوف دل میں بٹھا لیا جائے تو پھر انسان کو اسی کے سپرد کر دیا جاتا ہے اور رسوائی اس کا مقدر بن جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کا ڈر

آدمی کے دل میں ہو تو اسے اس پر مسلط کر دیا جاتا ہے، یہی اللہ کا طریقہ ہے اور اس کے طریقے میں تبدیلی نہیں ہوتی۔

جنتیوں پر اللہ تعالیٰ کے بے شمار انعامات ہوں گے۔ انھی میں سے ایک یہ بھی ہوگا کہ ان کے دلوں سے کدورت کو نکال دیا جائے گا، حسد نام کی وہاں کوئی چیز نہیں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَ نَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ﴾

[الحجر : ٤٧]

''اور ہم ان کے سینوں میں جو بھی کینہ ہے نکال دیں گے، بھائی بھائی بن کر تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« أَوَّلُ زُمْرَةٍ تَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَلٰى صُوْرَةِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ وَالَّذِيْنَ عَلٰى إِثْرِهِمْ كَأَشَدِّ كَوْكَبٍ إِضَاءَةً قُلُوْبُهُمْ عَلٰى قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ لَا اخْتِلَافَ بَيْنَهُمْ وَلَا تَبَاغُضَ لِكُلِّ امْرِءٍ مِنْهُمْ زَوْجَتَانِ كُلُّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا يُرٰى مُخُّ سَاقِهَا مِنْ وَرَاءِ لَحْمِهَا مِنَ الْحُسْنِ » [بخاري، كتاب بدء الخلق، باب ماجاء في صفة الجنة...... : ٣٢٤٦]

''پہلے گروہ کے لوگ جو جنت میں داخل ہوں گے، چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوں گے، ان کے بعد جو لوگ جائیں گے وہ سب سے زیادہ روشن ستارے کی طرح چمک رہے ہوں گے۔ ان کے دل ایک ہی آدمی کے دل کی طرح ہوں گے، ان میں نہ کوئی اختلاف ہوگا اور نہ بغض۔ ان میں ہر ایک آدمی کی دو بیویاں ہوں گی، حسن کی وجہ سے ان عورتوں کی پنڈلی کا مغز گوشت کے پیچھے سے دکھائی دے گا۔''

اللہ تعالیٰ ہمیں ہر حال میں حسد سے محفوظ فرمائے، اس بات سے بھی کہ ہمارے دلوں کو

حسد کے شائبہ سے بھی دور رکھے اور اس بات سے بھی کہ کسی دوسرے کے دل میں پیدا ہونے والے حسد کا شر ہمیں پہنچے۔ ہماری زندگی کو ایسا بنا دے جو اسے پسند ہو اور ہمارا شمار ان لوگوں میں کر دے جنھیں روزِ آخرت آگ سے بچا لیا جائے گا اور جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ آمین یا رب العالمین!



حسد کی ممانعت

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ وَلَا تَحَسَّسُوْا وَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا تَنَافَسُوْا وَلَا تَحَاسَدُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ إِخْوَانًا »

[مسلم: ۲۵٦۳]

"بدگمانی سے بچو! کیونکہ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے اور نہ ٹوہ لگاؤ، نہ جاسوسی کرو، نہ دنیا میں رغبت رکھتے ہوئے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو، نہ ایک دوسرے پر حسد کرو، نہ ایک دوسرے سے دل میں کینہ رکھو، نہ ایک دوسرے سے قطع تعلق کرو اور اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ۔"

دار الاندلس
4-لیک روڈ چوبرجی لاہور +92-42-37230549
غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور +92-42-37242314
مین یونیورسٹی روڈ بالمقابل سفاری پارک گلشن اقبال کراچی +92-21-34835502